اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے؟

دعوتِ فکر

محمد منشا تابش قصوری

مکتبہ اہل سنت
جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

اتحاد بین المسلمین اور اُس کے تقاضے؟

دعوتِ فکر

محمد منشا تابش قصوری

مکتبہ اہل سنت
جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

Scanned with CamScanner

سلسلہ اشاعت نمبر ۳

نام کتاب ـــــــــــ دعوت فکر

مصنف ـــــــــــ محمد منشا تابش قصوری

تعداد ـــــــــــ ایک ہزار

طباعت ـــــــــــ بار دوم فروری ۱۹۸۶ء، بار سوم اپریل ۱۹۹۱ء

مطبع ـــــــــــ یوسف عمر پرنٹنگ پریس

ـــــــــــ بی / ۱۲ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور

قیمت ـــــــــــ [redacted] روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ الحبیب کوٹلی پیر عبدالرحمن لاہور ۹

مکتبہ اشرفیہ مریدکے

ادارہ لوح و قلم سیریز بمقابل نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور

تعاون

تنظیم نوجوانانِ حزب المصطفیٰ کوٹلی پیر عبدالرحمن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے

دورِ رسالت میں کلمہ گو مسلمانوں کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عامۃ المسلمین (صحابہ کرام) جس کا کردار یہ تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے والہانہ محبت کے باعث آپ کی ذات کو ہی اپنی سوچ اور فکر کا مرکز قرار دیتا، آپ کے اشارے پر سب کچھ قربان کرنے کو اپنا فرض سمجھتا۔ ہر دکھ درد کا مداوا آپ کی ذات کو قرار دیتا۔ دنیا و آخرت میں مشکلات کے لیے ملجا و ماویٰ آپ کی ذات کو ہی سمجھتا اور اپنے اس نظریہ میں اتنا مضبوط اور متصلب تھا کہ حضور علیہ السلام کی ذات پاک کے خلاف کسی ادنےٰ بے ادبی اور گستاخی کو بھی معاف نہ کرتا اور حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کو تہِ تیغ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا اور ہر مذہبی جنگ میں پیش پیش رہتا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام کے دربار کی حاضری کو ہی اپنی تمام کامیابیوں کا راز جانتا اور وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کے مطابق با ادب ایسا کہ حضور علیہ السلام کے وضو کا پانی زمین پر گرنا بھی انہیں گوارا نہ تھا اور اس کو حاصل کرنے کے لیے دربار پاک کا پہرہ دیتا۔

جبکہ دوسرا گروہ مسلمان اور مومن کہلاتا اور صدق دل سے ایمان لانے کی قسمیں کھاتا اور حضور علیہ السلام کے رسول ہونے اور آپ کو رسول ماننے کی شہادت دیتا۔ اس کے باوجود اس کا کردار یہ تھا کہ

- اپنے آپ کو دانشور سمجھتے ہوئے عامۃ المسلمین کو جاہل اور بے وقوف کہتا اور ان پر زبانِ طعن دراز کرتا، اپنے آپ کو خوش پوش معزز طبقہ خیال کرتے ہوئے عام مسلمانوں کو ذلیل و حقیر کہتا۔ اسی خیال سے اپنے لیے الگ دانش کدہ اور مسجد تعمیر کرنے کی شدید خواہش رکھتا۔
- اتحاد و صلح کا داعی ہونے کی حیثیت سے کفار کو بھی قابلِ لحاظ جانتا اور ان کے خلاف محاذ آرائی سے اجتناب کرتا اور کسی مذہبی گروہ بندی سے اپنے آپ کو آزاد اور غیر جانب دار رکھتا اور جنگ میں شرکت سے معذرت کر لیتا۔
- چالاک اور ہوشیار ہونے کی حیثیت سے جب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر طعن و اعتراض کے بارے ان سے پوچھ گچھ کی جاتی تو سرے سے انکار کر دیتے اور اگر انکار کی گنجائش نہ پاتے تو اس کو ہنسی اور مزاح قرار دیتے اور قسمیں کھا کر کہتے کہ ہمارا مقصد گستاخی نہ تھا۔

دورِ رسالت کے یہ دونوں گروہ مسلمان ہیں۔ دین کے اصول میں متفق نظر آتے ہیں۔ خدا، رسول، قرآن، کلمہ اور قبلہ بھی ایک ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ میں بھی اتفاق ہے۔ اگرچہ گروہ نمبر ۲ سے کچھ کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنی صلح جوئی، دانشمندی

اور ہوشیاری کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام پر کبھی طعن و اعتراض کر دیتے یا عامتہ المسلمین کو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کے پیشِ نظر حقارت کی نظر سے دیکھتے اور حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں یا کفار کے خلاف جنگ اور محاذ آرائی سے کنارہ کش رہتے ہیں، بایں ہمہ وہ زبانی معذرت بھی تو کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد توہین نہ تھا اس لیے مناسب ... تھا کہ دوسرے گروہ کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا، جبکہ مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے مقابلے میں کفار و مشرکین کی ایک مہیب قوت کھڑی تھی اور مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لہٰذا حالات کا تقاضا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کو مجتمع رکھا جاتا اور دوسرے گروہ کو ساتھ لے کر چلا جاتا اور مسلمانوں کو باہم مربوط رکھا جاتا۔ آپس کے اختلافات کو نظر انداز کر کے اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھا جاتا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (جس نے خود وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا فرما کر اتحاد بین المسلمین کی دعوت دی ہے) نے اس نازک موقع پر بھی دوسرے گروہ کے خلاف فتوےٰ دینا ضروری جانا اور ان کی زبانی معذرت کے باوجود فرمایا:

یہ بے ایمان ہیں، کافر ہیں، مفسد ہیں جھوٹے ہیں جیسے کہ سورہ بقرہ، توبہ اور منافقون کی متعدد آیات میں صراحت ہے، اصول دین اور عبادات میں اتفاق اور پھر غلطیوں پر زبانی معذرت کے باوجود یہ انتہائی سخت فتوےٰ دے کر ان کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

قرآن پاک کا یہ فیصلہ ہر مسلمان کو دعوت فکر دیتا ہے کہ اتحاد بین المسلمین یقیناً ضروری ہے مگر اس کا معیار صرف اور صرف حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی ہے۔ اللہ، رسول، قبلہ، قرآن اور عبادات کا اقرار و عمل ہی کافی نہیں بلکہ مومن و مسلمان ہونے کے لیے سرکار دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت اور دل و جان سے ادب و احترام ضروری ہے اور اس احترام کا تقاضا ہے کہ بارگاہ رسالت کے گستاخ کے ساتھ کسی قسم کی محبت و عقیدت نہ رکھی جائے، خواہ وہ باپ، استاد یا شیخ ہی کیوں نہ ہو اور اگر خدانخواستہ خود انسان سے بے ادبی کی کوئی بات سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے کہ اس معاملہ میں ضد اور انانیت کی پاسداری ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

روزہ اچھا، حج اچھا، نماز اچھی، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جبتک کٹ مروں میں خواجۂ طیبہ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

(ظفر علیخاں)

تعظیم اور توہین؟ - دعوتِ فکر

عرف عام ایک ایسا معیار ہے جس کا اعتبار ہر خاص و عام کرتا ہے۔ شریعت مبارکہ کے بہت سے مسائل عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے۔ المعروف کالمشروط، عرف عام کے امور طے شدہ ہوتے ہیں۔

عرف میں جو چیزیں صراحت کا درجہ رکھتی ہیں ان میں نیت کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ میں نے یہ الفاظ ایسے ہی کہہ دیئے تھے طلاق دینے کی نیت نہ تھی تو اس کا یہ عذر سننے کے لیے کوئی بھی تیار نہ ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایک عالم و فاضل کسی معزز شخص کو کہدے کہ تمہاری صورت گدھے ایسی ہے تو لازماً وہ شخص برہم ہوگا اور کہے گا کہ تم نے میری توہین کی ہے اس پر عالم صاحب کہیں کہ جناب میں آپ کی توہین کیسے کر سکتا ہوں، میں عالم ہوں مبلّغ ہوں، دین کا خادم ہوں، میرا ارادہ ہرگز توہین کا نہ تھا، میں نے تو صرف مماثلت بیان کی تھی۔

ظاہر ہے کوئی آدمی اپنی توہین کے متعلق اس صفائی کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوگا اور پنچایت میں یہ صورت پیش کر کے اپنی بے عزتی کے ازالے کی کوشش کرے گا۔ پنچایت کی جواب طلبی پر بھی وہ عالم صاحب یہی موقف اختیار کرتے ہیں کہ میری نیت میں قطعاً کھوٹ نہیں ہے میں تو ایک معزز آدمی کی بے عزتی کرنے اور اسے گالی دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھ پر ہتک عزت کا الزام غلط ہے مگر پنچایت کا فیصلہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ جناب آپ کا علم وفضل، جبہ و دستار اور دینی خدمات اپنی جگہ۔ لیکن آپ کے یہ الفاظ توہین کے زمرے میں آتے ہیں اور ایک بچہ بھی سمجھتا ہے کہ آپ نے یہ الفاظ کہہ کر ایک معزز آدمی کی بے عزتی کی ہے۔ اس لئے آپ کا عذر قابلِ قبول نہیں ہے ورنہ آپ جسے جو چاہیں کہتے رہیں اور جب پوچھا جائے تو کہدیں میری نیت بری نہیں تھی اس طرح تو کسی کی عزت بھی محفوظ نہیں رہے گی اور معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو کر رہ جائیگا۔ لہٰذا ہمارا فیصلہ ہے کہ آپ یا تو معافی مانگیں نہیں تو ہم آپ کا سوشل بائیکاٹ کرینگے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا معاملہ دنیاوی نوعیت کا ہے اس میں حقدار اپنا حق معاف بھی کر سکتا ہے اس کے

باوجود ہر خاص و عام یہی کہے گا کہ اس عالم و فاضل اور بزرگ شخصیت کے خلاف کارروائی ضرور ہونی چاہیئے تاکہ معاشرے کا امن و سکون برقرار رہ سکے کیونکہ عرف اور محاورہ کے مقابل کسی نیت کا بہانہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

جب دنیاوی معاملات میں یہ کیفیت ہے تو دین و ایمان، دینی اور اعتقادی مسائل میں حق اور باطل کا فیصلہ کرنے میں کسی عالم و فاضل اور شیخ الحدیث والتفسیر کی شخصیت یا اس کی نیت کا عذر کس طرح رکاوٹ بن سکتا ہے۔ غلط بات بہرحال غلط ہے چاہے کسی نے کہی ہو امتِ مسلمہ کا یہ اسلامی فریضہ ہے کہ اللہ اور رسول کی شان میں بے ادبی کرنے والے یا کسی دینی اصول اور ضابطہ کو پامال کرنے والے یا اس کی تائید کرنے والے سے توبہ کا مطالبہ کرے بلکہ اس پر اسے مجبور کرے ورنہ دینِ اسلام کا چہرہ مسخ ہو کر رہ جائے گا اور کوئی بھی شخص مرزائے قادیانی کی طرح کلماتِ کفریہ کہنے کے بعد تاویل کرتا پھرے گا کہ میری مراد یہ ہے اور وہ نہیں ہے۔

اسلامی معاشرے کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطل اور غیر اسلامی عقائد و نظریات اور اقوال و افعال کے سدِباب کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کردے تاکہ حق و باطل کا امتیاز باقی رہ سکے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو

محمد منشا تابش قصوری

Scanned with CamScanner

فہرست

علامہ اقبال کی وصیت ۸

تقدیم ۹
متفقہ اصولِ تکفیر ۳۱
تکفیر کی شرعی حیثیت ۳۲
پردہ اٹھتا ہے ۳۳
اشدالعذاب کے فیصلہ کن اقتباسات ۳۴
تحذیرالناس کی عبارت پر گفتگو ۳۷
〃 〃 کے صفحات کا عکس ۳۹
حفظ الایمان کی عبارت کا تجزیہ ۴۴
〃 〃 〃 کا عکس ۴۵
براہینِ قاطعہ کی عبارت پر اظہار رائے ۴۷
〃 〃 〃 کا عکس ۴۹
مدارج النبوۃ کی ایک عبارت کا عکس ۵۲
صراط مستقیم کا عکس ۵۳
〃 〃 کی عبارت پر تنقید ۵۴
〃 〃 کی فارسی عبارت ۵۵
〃 〃 کی اُردو عبارت ۵۶
الجہد المقل کی عبارت کا عکس ۵۷
الجہد المقل اور یک روزہ کی عبارات پر ایک نظر ۶۰
یک روزہ کی عبارات کا عکس ۶۱
رسالہ الامداد کی عبارت پر حیرت کا اظہار ۶۲

الامداد کی عبارت کا فوٹو ۶۵
تقویۃ الایمان کی لرزہ خیز عبارات ۶۸
〃 〃 کی عبارات کا عکس ۶۹
فتاویٰ رشیدیہ کے ایسے فتوے ۷۴
فتاویٰ رشیدیہ کا عکس ۷۶
اشدالعذاب کے چند صفحات کا فوٹو ۸۱
علماء حجاز کا فتوائے تکفیر اور علماء دیوبند کا اقرار ۸۸
الشہاب الثاقب کے چند صفحات کا عکس ۸۹
دیوبندیوں کا اقرارِ کفر ۹۷
غایۃ المامول کا عکس ۹۹
علامہ اقبال کے تاثرات ۱۰۶
امام احمد رضا کا تھانوی صاحب کے نام مکتوب ۱۰۷
حضرت شیخ الاسلام سیالوی نے تکفیر پر مہر تصدیق ثبت کر دی ۱۰۹
تجلی' دیوبند اپریل ۱۹۵۶ء کے چند صفحات کا عکس
ماہنامہ تجلی، خاص نمبر شمارہ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء کا عکس ۱۱۶
ایک کہانی، ایک حادثہ ۱۱۷

تاج برطانیہ سے پیمان وفاداری ۱۲۹ ۱۳۴
دارالعلوم دیوبند معاون سرکار ہے (انگریز ایجنٹ کی خفیہ رپورٹ) ۱۳۳
[illegible] پیش آنے پر تمام اہل دیوبند کو صدمہ //

علامہ اقبال کی وصیت ۔ جاوید کے نام

۱۹۳۵ء میں علامہ اقبال نے اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیشِ نظر وصیت لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک دستاویز ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو تیار کی جو روزگارِ فقیر جلد دوم مرتبہ فقیر سید وحید الدین کے صفحات ۵۶ - ۵۹ پر درج ہے اس کے چند روز بعد اقبال نے ایک اور تحریر تیار کی جس میں آپ نے خاص طور پر اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کو وصیت کی ہے علامہ اقبال کی یہ نادر تحریر اقبالیات کے مشہور ماہر جناب محمد عبداللہ قریشی کا عطیہ ہے۔

جاوید کو میری عام وصیت یہی ہے کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار تعلقات رکھے۔ میرے بڑے بھائی کی اولاد سب اس سے بڑی ہے۔ ان کا احترام کرے اور اگر ان کی طرف سے کبھی سختی بھی ہو تو برداشت کرے۔ دیگر رشتہ داروں کو اگر اس سے مدد کی ضرورت ہو اور اس میں ان کی مدد کی توفیق ہو تو اس سے کبھی دریغ نہ کرے جو لوگ میرے احباب ہیں ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے اور ان سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرے۔

باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا، جو ارکانِ دین میں سے نہیں ہیں، سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔ جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لیے ہیں ان سے احتراز کرے۔

بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔ میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے۔ غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہلِ سنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہیئے اور آئمہ اہلِ بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہیئے۔

محمد اقبال

۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(اوراقِ گم گشتہ، مرتبہ رحیم بخش شاہین
مطبوعہ ۱۹۷۵ء ص ۴۶۷-۸

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است
بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است!

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

ہماری یہ کتاب زیرِ نظر مسئلے پر معروف معنی میں کوئی بحث مباحثے کی یا مناظرانہ تصنیف نہیں ہے کیونکہ اس حوالے سے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہ دینی محاذ پر ایک صدی سے پھیل جانے والے اختلافات کے سلسلے میں رب کائنات کی وحدانیت اور نجات دہندۂ انسانیت، کعبۂ نیازمندانِ عشق اور قبلۂ عبادت گزاران شوق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کے نام پر ملّتِ اسلامیہ کی کھلی عدالت میں ایک فریاد اور استغاثہ ہے۔ بجز اس سے ہمارا مقصود پہلے سے موجود تلخی میں زہر گھولنا ہرگز نہیں، بلکہ صدقِ دل اور اخلاصِ نیت سے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ وہ بنیادی نقطہ کیا ہے جس نے برصغیر میں اسلام کا نام لینے والوں کو تقسیم کر دیا۔

ملّتِ اسلامیہ کے پڑھے لکھے طبقے نے غالباً اس طرف کبھی غور نہیں کیا کہ کیا وجہ ہے کہ سوادِ اعظم اور علمائے دیوبند کے اختلافات ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتے، بلکہ ان میں کچھ اور ہی اضافہ ہو رہا ہے۔ ان اختلافات کو شروع ہوئے تقریباً ایک صدی گزر چکی ہے، اوسطاً تین نسلیں گزر چکی ہیں۔ اگر نئی نسل یا پڑھا لکھا طبقہ اسے دیوبند و بریلی کے چند علماءؒ کا جھگڑا سمجھتا ہے یا تو وہ حقائق سے بالکل بے بہرہ ہے اور یا پھر مذہب و عقیدے سے اس کی وابستگی نام کی ہی رہ گئی ہے۔

بندہ پرور! یہ مسئلہ ہے اور ہمیں قدم قدم پر اس کی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ آج ملّتِ اسلامیہ کو اتحاد و اتفاق کی جو ضرورت ہے، وہ کسی باخبر آدمی سے مخفی نہیں۔ بالخصوص پاکستان جس دوراہے پر کھڑا ہے اور مسائل کی جن سنگینیوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ملّت اسلامیہ جسمِ واحد کی شکل اختیار کر کے اپنی جگہ بنیانِ مرصوص بن جائے۔ پھر کیوں ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں طرف سے کچھ دردمند آگے بڑھیں اور خود اعتمادی و جرأت کے ساتھ اصل مسئلے کے حل کی طرف توجہ دیں۔ یاد رہے کہ کنوئیں میں سے مردار نکالے بغیر ساری زندگی پانی نکالتے رہنے سے بھی کنواں پاک نہیں ہوگا۔ ضروری ہے کہ پہلے ٹھنڈے دل سے اصل مسئلے کو سمجھا جائے اور پھر اسے حل کیا جائے۔

علمائے دیوبند کو یہ بات کبھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ اس ملک میں واضح اکثریت انہی لوگوں کی ہے جو بقول علمائے دیوبند بدعتی، قبر پرست اور نہ جانے کیا کیا ہیں؛ اب ان "بدعتیوں اور قبر پرستوں" کو نظر انداز کر کے آخر اسلامی

دینی محاذ پر کوئی فیصلہ کن قدم کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر کچھ علماء اپنے طور پر یہ کہتے ہیں "جی یہ تو چند میلاد خواں مولویوں کا ایک ٹولہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، تو وہ لوگوں کو فریب دینے کے ساتھ ساتھ خود کو بھی فریب دیتے ہیں۔"

راقم السطور کئی برس سے اس مسئلے پر غور و فکر کر رہا ہے، میری سوچ نے ہمیشہ یہ راہ اختیار کی ہے کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جسے اختیار کر کے ہم اس خلیج کو پاٹنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ خدا شاہد ہے میں نے اپنے طور پر انتہائی دیانت داری اخلاص اور تعمیری انداز سے سوچا ہے۔ یہ چیز میرے تو میرے کسی بڑے سے بڑے عالم دین کے بس میں بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے طور پر ایک فیصلہ کر دے اور اکثریت ضرور اسے قبول بھی کر لے۔

چنانچہ کئی برس کی سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمیں اصل مسئلے کو جوں کا توں ملتِ اسلامیہ کی کھلی عدالت میں پیش کر دینا چاہیے اور اس کے فیصلے کو حتمی اور آخری سمجھنا چاہیے۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح احساس ہے کہ اس وقت ملتِ اسلامیہ کی نوجوان نسل مذہب سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ عمل کی کوتاہی اس سے متوقع ہے، مگر اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا تبار کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے رشتے اتنے گہرے اور مضبوط ہیں کہ جن کی پاسداری پر وہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔

یہاں عام قاری کے دل میں یہ خلش ضرور پیدا ہو گی کہ اختلافات کے بنیادی نقطے تک پہنچنے اور پھر اس کے حل کی تدابیر اختیار کرنے کی آخر ضرورت کیا پڑ گئی ہے۔ ایسا کیوں نہیں کہ ہر چیز کو ماضی کے کھنڈرات میں دفن کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اسلام ایک دین ہے جس کے کچھ اصول ہیں کچھ فروع ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ہندو فلسفے ویدانت کی طرح ہر فکر و خیال اور نئے عقیدے کے لیے اسلام میں گنجائش نکالتے جائیں اور اگر خدانخواستہ ہم ایسا کریں بھی، تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ملتِ اسلامیہ جو قدرت کی طرف سے خود بہترین کسوٹی ہے، ہماری ان غلط سلط تاویلات کو قبول بھی کر لے گی، چنانچہ آپ دیکھ لیں کہ ایسے مختلف اور نئے نئے افکار و نظریات کے ساتھ ملتِ اسلامیہ نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، جن کی بنیاد کتاب و سنت میں موجود نہ تھی۔ اگر کوئی شخص اعتقادیات کی ان حدود کو پھلانگ جاتا ہے جو اصولی ہیں "ایسے شخص پر کفر کا حکم لگانا خود شریعت کا مطالبہ ہے، البتہ یہ فیصلہ کرنا ہر کس و مہ کا کام نہیں بلکہ اس کا اپنا دائرۂ کار ہے۔

ہم نے جس دردمندی اور سوزِ دل کے ساتھ، یہ استغاثہ ملتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ علمی بحثیں، دور از کار تفاصیل اور غیر ضروری باریکیوں کے بجائے سیدھے اور دو ٹوک الفاظ میں اپنا مطلب واضح کریں۔

اصولاً پہلے یہ بات طے ہونی چاہیے کہ برصغیر کے قدیم مسلمان باشندوں کا مسلک وعقیدہ کیا تھا؟ یہ لوگ آج کی اصطلاح میں دیوبندی تھے یا بریلوی؟ پھر یہ بات دیکھی جائے کہ اختلافات کہاں پیدا ہوئے؟ اختلاف پیدا کرنے والے لوگ کون تھے اور اختلاف کا نقطۂ آغاز کیا ہے؟ آخر میں اس سارے قضیئے کا قابلِ عمل حل اگر کوئی ہے تو وہ پیش کیا جائے۔

اس ساری کدوکاوش سے ہمارا مقصد نزاعی لٹریچر میں کسی نئی کتاب کا اضافہ نہیں ہے، بلکہ خدا ورسول کے نام پر ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک مشترک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت کا طریق کار بیان کرنا ہے۔

اوّل : برصغیر کے عام مسلمان کس عقیدہ ومسلک کے تھے، جناب مولانا سید سلیمان ندوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے زیادہ تر پیشوا بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔"[۱]

جناب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے سید صاحب کی تائید میں فرمایا:

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی کے مساوی ہے۔ اَسّی سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آجکل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"[۲]

دورِ حاضر کے ایک معروف مؤرخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

"انہوں (فاضل بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"[۳]

ہندوستان کے مشہور محقق مالک رام رقمطراز ہیں:

"جیساکہ سب کو معلوم ہے کہ بریلی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے، وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الخیال عالم تھے۔"[۴]

اس مسئلے کی وضاحت کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ اختلافات کس بات پر شروع ہوئے۔ کیا اختلاف کی بنیاد فاتحہ، میلاد، قیام، گیارہویں شریف، حاضر وناظر، علم غیب، نور وبشر اور دُعا بعد نماز ایسے مسائل ہیں یا کچھ اور؟

---

[۱] حیاتِ شبلی، سید سلیمان ندوی، ص ۴۴ تا ۴۶

[۲] شمع توحید، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مطبوعہ سرگودھا، ص ۴۰

[۳] موجِ کوثر، شیخ محمد اکرام، طبع ہفتم ص ۷۰

[۴] تذکرہ، مالک رام، مطبوعہ دہلی، ص ۱۲

اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں:

"شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت وغیرہ ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف پایا جاتا ہے، یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے، مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے، جبکہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہ ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان مسائل کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہلِ سنت سے خارج کیا جا سکے"[۱]

اہلِ سنت وجماعت کے ممتاز عالمِ دین علامہ سید احمد سعید کاظمی تحریر فرماتے ہیں:

"دیوبندی حضرات اور اہلِ سنت کے درمیان بنیادی اختلافات کا موجب علمائے دیوبند کی صرف وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی توہین ہے"۔[۲]

دونوں طرف کے ممتاز اور معتمد علیہ علماء کی زبانی آپ نے سن لیا کہ اصل اختلافات یہ نہیں ہیں جو ایک عرصہ دراز سے عوام کو بتائے جا رہے ہیں۔

یہ محض اصل مسئلے سے عوام کی توجہ ہٹانے کا ایک حربہ ہے۔

اور نہ ہی ان مسائل کی یہ حیثیت ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا گمراہ قرار دیا جا سکے۔

اختلاف کس بات پر ہے؟ ایک بار پھر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی کے الفاظ پر غور فرمایئے:

"دیوبندی حضرات اور اہلِ سنت کے درمیان بنیادی اختلافات کا موجب علمائے دیوبند کی صرف وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی توہین ہے۔"[۲]

نامور محقق پروفیسر محمد ایوب قادری کی تحقیق کا خلاصہ بھی بعینہٖ یہی ہے جو علامہ کاظمی صاحب نے بیان فرمایا ہے، پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں:

"یہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلے میں علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن نانوتوی کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی۔ بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خاں کر رہے تھے،

---

[۱] فیصلہ کن مناظرہ، ص ۶، مطبوعہ دارالاشاعت، فیصل آباد

[۲] الحق المبین : علامہ سید احمد سعید کاظمی ص ۱۲، مطبوعہ ملتان

" " " " " " " "

اور بدایوں میں مولوی عبدالقدیر بدایونی بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے۔ یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطۂ آغاز ہوا، جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گیا۔ [۱]

پروفیسر صاحب کے اقتباس کو شاید عام آدمی نہ سمجھ سکے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اثر ابن عباس جس کے الفاظ یہ ہیں، ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم و موسیٰ کموسیٰکم و عیسیٰ کعیسیٰکم و نبی کنبیکم کی صحت پر کچھ غیر مقلد علماء نے اصرار کیا اور مولوی محمد احسن نانوتوی نے ان کی تائید کی، جبکہ ہندوستان کے اکثر علماء اس اثر کو ختم نبوت جیسے قطعی مسئلے کے بالکل خلاف سمجھتے تھے، چنانچہ ظاہر ہے کہ اس اثر کا قائل ان کی نگاہ میں ختم نبوت کا منکر ٹھہرتا تھا اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایسے شخص کے خلاف خاموش رہتے۔ عظمت و تقدیس رسالت کے خلاف یہ پہلی آواز تھی، جو برصغیر میں اٹھی، مگر ہندوستان بھر کے علماء چیخ اٹھے۔ اس مسئلے پر کئی مناظرے ہوئے، کتابیں لکھی گئیں۔ اسی اثر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنا مشہور رسالہ تحذیر الناس لکھ دیا۔ جس نے بحث کا ایک نیا دروازہ تو خیر کھولا ہی قادیانیت کے لیے بھی ایک مضبوط محاذ فراہم کر دیا۔ [۴]

مولوی محمد شاہ پنجابی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے درمیان تحذیر الناس کی عبارتوں پر مناظرہ بھی ہوا۔ [۲]

تحذیر الناس کے رد میں اس زمانے میں کئی کتابیں لکھی گئیں، جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

(۱) تحقیقاتِ محمدیہ حل اوہام تحذیریہ، فضل مجید بدایونی (۲) الکلام الاحسن، ہدایت علی بریلوی۔

(۳) تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال، حافظ بخش بدایونی (۴) القول الفصیح، فصیح الدین بدایونی

(۵) ابطال اغلاط قاسمیہ، قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس۔ شیخ محمد تھانوی۔

دوسری طرف تقویۃ الایمان کے جارحانہ اندازِ بیان نے مسلمانوں کے دل و دماغ ہلا کر رکھ دیے تھے اور بقول مولانا ابوالکلام آزاد:

”مولانا اسماعیل نے جلاء العینین اور تقویۃ الایمان لکھی اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔“ [۳]

تقویۃ الایمان کی ایک مشہور عبارت ”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے،

---

[۱] مولانا محمد احسن نانوتوی؛ مصنفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۹۴، مکتبہ عثمانیہ کراچی۔

[۲] ” ” ” ” ” ” ” ” ”

[۳] مولانا آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی ص ۷۹، مطبوعہ چٹان لاہور

[۴] تحذیر الناس کی عبارات کا عکس آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو

تو کروڑوں نبی اور ولی جن و فرشتہ اور جبرئیل و محمد کے برابر پیدا کر ڈالے"۔ [۱]

اس سے امکان نظیر کا مسئلہ پیدا ہوا اور خاتم الحکماء مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو اس نظریے کی تردید میں "امتناع النظیر" نامی کتاب لکھنی پڑی۔

الغرض یہاں سے اس قصے کا آغاز ہوا، بات معمولی نہ تھی۔ بارگاہِ رسالت کی عظمت پر براہِ راست زد پڑ رہی تھی اگر بات یہیں ختم ہو جاتی تو خیر تھی، یہاں تو ماشاء اللہ زلفِ یار کی طرح دراز ہو رہی تھی۔ "تقویۃ الایمان" کے بعد "صراطِ مستقیم" "صراطِ مستقیم" کے بعد "براہینِ قاطعہ"، "حفظ الایمان"، "فتاویٰ رشیدیہ"، "تحذیر الناس"، "الجہد المقل" قسم کی کئی کتابیں یکے بعد دیگرے اس انداز سے آئیں کہ مسلمانوں کے دلوں پر آرے چلا دیئے۔

ان تمام کتابوں میں شاہکارِ قدرت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں انتہائی گستاخانہ اور جارحانہ زبان استعمال کی گئی تھی۔ مسلمان قوم تو اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ یہ سننے کو بھی تیار نہیں تھی کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے میلے تھے۔ انہیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ اس بارگاہِ قدس کی جلالتِ شان کا یہ عالم ہے کہ خود رب العالمین نے اس کے دربار میں حاضری اور اس کے حضور اندازِ تخاطب کی تعلیم دی ہے۔

مذاہبِ عالم کی تاریخ میں مسلمان قوم نے اپنے حبیب کی ایک ایک ادا پر مر مٹنے کی تاریخ اپنے خون سے لکھ کر اپنے لیے ایک امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ یہی تو وہ مقام تھا جہاں ان دیوانگانِ عشق کا امتحان مقصود تھا، چنانچہ پورے برصغیر میں ان عبارات کے خلاف نفرت کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ ان میں سے بیشتر عبارات اردو زبان میں ہیں۔ ان علمائے وقت نے اپنا دینی فریضہ ادا کیا۔ شہید آزادی مولانا فضلِ حق خیر آبادی نے "امتناع النظیر" اور "تحقیق الفتویٰ" ایسی بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے "المعتقد المنتقد" تحریر فرمائی، صرف "تقویۃ الایمان" کی تردید میں سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔

اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کی چوکیداری کے لیے رب العالمین نے ایک اور شخصیت کو منتخب کر رکھا تھا جو فاضلِ بریلوی امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ آپ نے متعدد مضامین و رسائل اور ذاتی خطوط میں ان حضرات کو توجہ دلائی کہ نامِ خدا اپنی یہ عبارات واپس لے لیجئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل مجروح کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۲۹ھ کو مولانا اشرف علی تھانوی کے نام خط تحریر فرمایا .... اس کا عکس صفحہ ۱ ... پر ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۱] تقویۃ الایمان : ص ۲۱، مطبوعہ، مطبع علمی لاہور

سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر دیا جاتا یا ان سے رجوع کر لیا جاتا تاکہ امتِ مسلمہ اختلاف و افتراق کی اس ہولناک کشیدگی سے بچ جاتی جس کا اسے تقریباً ایک سو سال سے سامنا ہے عشق و محبت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے داروں کے لیے یوں بھی یہ بات زیبا نہ تھی کہ وہ اس ذاتِ گرامی کی عزت و ناموس کے مقابلے میں اپنی انا اور ہٹ کو ترجیح دیتے۔ مانا کہ ان کی نگاہ میں یہ عبارات توہین آمیز نہ تھیں لیکن صورتِ حال ان کے سامنے تھی کہ برصغیر کی ایک بہت بڑی اکثریت بشمول علما، مشائخ اور عوام ان عبارات کو گستاخانہ سمجھ رہی تھی تصوف و روحانیت کے ڈھول پیٹنے والوں کو کیا ہو گیا کہ وہ روحانیت کے پہلے سبق یعنی من کو مارنے اور اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنے پر بھی عمل نہ کر سکے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بھی علمائے دیوبند ہی کی زبانی طے کرتے چلیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں توہین آمیز یا گستاخانہ الفاظ کی صورت میں قائل کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اور یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں الفاظ و عبارت کی معمولی گستاخی بھی کفر کی زد میں آتی ہے یا نہیں؟

بحمداللہ یہ امر خوش آئند ہے کہ علمائے دیوبند کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے بارے میں گستاخی اور جرأت کے سلسلے میں قائل کی نیت قطعاً قابلِ اعتبار نہیں ہوگی — گستاخانہ الفاظ گستاخی ہی پر محمول کیے جائیں گے۔ ہاں اگر ایسے شخص کی نیت توہین کی نہیں تھی، تو وہ اپنے الفاظ واپس لے اور توبہ کرے، اس لیے کہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں، تو پھر ہر گستاخِ رسول (مثلاً قادیانی، منکرینِ سنت وغیرہ) نیت کی صفائی کا بہانہ کر کے اپنے آپ کو بچا لے گا اور گستاخی و توہین نام کی کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔

اسی طرح علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل ہیں کہ شانِ نبوت میں معمولی سی بے ادبی کفر کا موجب ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق اب استغاثہ اپنا موقف واضح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو مسائل کے بارے میں علمائے دیوبند کی آراء دیکھ لی جائیں۔

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے آداب اور اندازِ تخاطب کی نزاکتیں خود رب العالمین نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اصولِ دین سے تعلق رکھتا ہے۔ صحابہ کرام "راعنا" کا لفظ تعظیماً کہتے تھے، لیکن جب یہودیوں نے اسے معمولی سے تصرف کے ساتھ توہین کی نیت سے بولنا شروع کر دیا، تو صحابہ کرام کو بھی لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا کہہ کر اس لفظ سے روک دیا گیا، حالانکہ صحابہ کرام کے دل میں معاذ اللہ توہین کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس لفظ میں توہین کے پہلو موجود ہوں،

اس میں نیت کی صفائی معتبر نہیں ہے، اسی طرح ایسے الفاظ یا عبارات کی تاویل بھی قابلِ قبول نہ ہوگی۔

جناب مولانا محمد انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں،

وقد ذکر العلماء ان التہور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد بہ السب کفرٌ۔ ؎١

بارگاہِ انبیاء میں گستاخی کفر ہے، چاہے اس سے قائل کی مراد توہین کی نہ بھی ہو۔

جناب مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں،

"رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی توہین موجب کفر ہے۔ صریح توہین تو درکنار، اگر کوئی شخص ایسے کلمات کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے، تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا۔" ؎٢

اب رہا یہ مسئلہ کہ توہین کیا چیز ہے اور کیا نہیں ہے؟ اس کا فیصلہ کون کرے؟ تو صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا، ہمارے ہی نزدیک نہیں بلکہ علمائے دیوبند کے نزدیک بھی کفر صریح میں تاویل نہیں، تو اب اہل سنت اور علمائے دیوبند کا معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ برصغیر کی بہت بڑی اکثریت نے ان عبارات کو توہین آمیز اور گستاخانہ سمجھا ہے۔ حرمین شریفین کے ٣٥ جلیل القدر اور نامور علماء نے ان عبارات کو بارگاہِ نبوت کے منافی اور ان کے قائلین کو گستاخ قرار دیتے ہوئے مصدقہ تحریریں لکھیں۔ یہ تمام تحریریں ١٣٢٤ھ میں "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کے نام سے شائع ہوئیں اسی طرح برصغیر کے اڑھائی سو علماء نے ان عبارات کو گستاخانہ قرار دیتے ہوئے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین تصدیق ملتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کی۔ ملاحظہ ہو "الصوارم الہندیہ"۔ ؎٣

آخر اس کے بعد ان عبارات پر اڑنے انہیں اپنے وقار کا مسئلہ بنانے اور ملتِ اسلامیہ کے مسلسل مطالبے پر چپ سادھ لینے کا کیا جواز باقی رہ گیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معمولی سی بے ادبی بھی کفر ہے۔ اس فتوے پر علماء دیوبند سب سے پہلے دستخط کرنے کو تیار ہیں۔ توہین آمیز عبارات اور الفاظ میں تاویل یا قائل کی نیت معتبر نہیں، اس پر وہ علمائے اہل سنت سے بھی دو قدم آگے نظر آتے ہیں، لیکن جب مؤدب ہو کر یہ کہا جاتا ہے کہ حضور! ذرا اپنی ان چند عبارات پر تو نظرِ ثانی فرمالیجیے، تو پھر تاویل و تعبیر کا وہ بے معنی دفتر کھول دیا جاتا ہے، جس کے سامنے اصل مسئلہ دب کر رہ جاتا ہے۔

؎١ بحوالہ الحق المبین ، سید احمد سعید کاظمی ص ١٧

؎٢ مکتوبات شیخ الاسلام ، جلد دوم ص ١٢٥

؎٣ ان حضرات کے اسماء مبارکہ اور ان کے فتوے حسام الحرمین میں ملاحظہ ہوں بعض تفصیلات ص ٨٠ پر ملاحظہ ہو۔

Scanned with CamScanner

ہم اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جن عبارات کو علمائے اہلِ سنت توہین آمیز اور گستاخانہ قرار دیتے ہیں، مفہوماً ان کے گستاخانہ ہونے میں علمائے دیوبند بھی متفق ہیں، مثلاً "صراطِ مستقیم" میں سیّد احمد بریلوی کا بیان درج ہے:

"پس ان بزرگوں اور انبیائے عظام علیہم السلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء امتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، اور یہ بزرگ مظان حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے۔[1]

مگر جب علمائے حرمین نے اس پر گرفت کی، تو اپنی صفائی میں بات اس انداز سے کی جاتی ہے:

"ہم یا ہمارے اسلاف میں ہرگز کبھی اور کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں رہا ہے اور ایسی خرافات تو کوئی ضعیف سے ضعیف الایمان شخص بھی زبان پر نہیں لا سکتا اور جو شخص یہ کہے کہ اس پر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اتنی ہی ہے جیسے بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے، تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔[2]

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس بوالعجبی کا کیا کیا جائے، مزید دیکھئے۔

براہینِ قاطعہ میں ہے: "الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیطِ روئے زمین کا فخرِ عالم کو خلافِ نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے۔[3]"

خاص اسی مسئلے پر المہند میں علمائے حرمین کے سامنے اپنی صفائی کا انداز یہ اختیار کیا جاتا ہے:

"ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق مخلوقات میں سب سے زیادہ علوم اور حکمتوں اور اسرارِ الٰہیہ کے جاننے والے ہیں۔ آپ کو تمام آفاقِ ملکوت کا سب سے زیادہ علم ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بڑا عالم ہے کافر ہے اور ہمارے حضرات نے اس شخص کے بارے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو یہ کہے کہ ابلیسِ لعین جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔[4]

---

[1] صراطِ مستقیم، مرتبہ شاہ محمد اسماعیل ؛ ص ۳۷ ؛ مطبوعہ ملک سراج الدین لاہور

[2] تلخیص المہند علی المفند یعنی عقائد علمائے دیوبند، ص ۹

[3] براہین قاطعہ ، مرتبہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی ص ۵۱ مطبوعہ دیوبند [4] تلخیص المہند علی المفند ، ص ۱۰

[5] المہند ص ۲۰

ع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

ہم نے یہ دو مثالیں بطور مشتے از خروارے پیش کی ہیں، ان تمام اختلافی عبارات سے علمائے دیوبند خود رد کر چکے ہیں، ان سے اظہارِ ناپسندیدگی کرتے ہیں اور انہیں گستاخانہ عبارات قرار دیتے ہیں۔
لیکن اپنے آپ کو وہ ایسا معیارِ حق قرار دیتے ہیں کہ یہ بات ایک آن کے لیے بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ ہم سے بھی ایسی عبارات کا صدور ہو سکتا ہے اور ہوا ہے، اب مسئلہ کیونکر حل ہو؟
آپ کو حیرت ہوگی کہ علمائے دیوبند تک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ علماء اہل سنت کی نظر میں ہماری یہ عبارات گستاخانہ اور توہین آمیز تھیں تو ان پر ان عبارتوں کے قائلین کی تکفیر فرض تھی

"یہ عذر کہ علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، چنانچہ مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آخر علمائے دیوبند جو آج ہندوستان میں مرکزِ اسلام و مرکزِ حنفیہ و مرکزِ قرآن و حدیث و فقہ، علوم عقلیہ و نقلیہ کا سرچشمہ ہیں، ان کو بھی تو مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں۔ کیا علمائے دیوبند کافر ہیں؟ اگر وہ کافر نہیں، تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں؟"

اس کا جواب بھی خوب توجہ سے سن لینا چاہیے کہ علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا صاحب اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے، چوپائے مجانین کے علم کو آپ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے علم کے برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے علم سے زائد کہتے ہیں، لہٰذا وہ کافر ہیں "تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جناب خاں صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے، جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے، ملعون ہے۔ لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں، بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے۔ یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں، مگر خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے ہیں یا کہتے ہیں، یہ غلط ہے افترا ہے، بہتان ہے۔"[1]

آمدم بر سرِ مطلب

دیکھا آپ نے اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص بھی ایسے الفاظ کہے یا ایسے عقائد رکھے یا ان کی تبلیغ کرے، وہ بلاشبہ کافر ہے اور کافر بھی سب کے نزدیک ہے، بلکہ دیوبند کے نامور عالم مرتضیٰ حسن صاحب تو ایسے شخص کو مرتد، ملعون بھی قرار دے رہے ہیں۔

تو صاحب مسئلہ تو حل ہے کوئی الجھاؤ باقی نہیں رہا اور یہی ہمارا استغاثہ ہے کہ بقول پشتو ضرب المثل، "یہ گز اور یہ زمین۔" ہم آئندہ صفحات میں ایسی تمام عبارات جو متنازعہ فیہ ہیں بلا کم و کاست اصل کتابوں سے فوٹو کاپیوں

---

[1] اشد العذاب : ص ۱۲، ۱۳، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن ناظم دارالعلوم دیوبند کا عکس صد ۸۶ تا ۸۶ ملاحظہ ہو۔

کی صورت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ کسی کو بھی یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ عبارات کا غلط مفہوم لیا گیا ہے یا انہیں سیاق و سباق سے الگ کیا گیا ہے۔

یہاں ہر پڑھے لکھے مسلمان کے ضمیر اور دیانت سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ بالکل خالی الذہن ہو کر ایک، عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیثیت سے ان عبارات کو پڑھے اور ہر مولوی، پیر اور استاذ کے فرمودات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے دل سے فیصلہ حاصل کرے کہ کیا محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں ایسے الفاظ وہ خود استعمال کرنے کی جرأت کر سکے گا۔ وہ بارگاہ بےکس پناہ جس کے بارے میں شروع ہی سے عشاق کا نظریہ یہ رہا ہے ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

میں دل پر پتھر رکھ کر صرف دو عبارتیں یہاں نقل کرتا ہوں، آپ کو قسم ہے پروردگارِ عالم کی فیصلے میں جانبداری نہ برتیں:

"زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جنابِ رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔"[۱]

ایک اور صاحب رقمطراز ہیں:

"پھر یہ کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمر بلکہ صبی و مجنون بلکہ حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔"[۲]

اب یہ فیصلہ قارئین کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ان علماء کی عبارات اور ان کے فتووں کے اس کھلے تضاد کی کیا توجیہ کرتے ہیں۔ تقریباً تمام قابلِ گرفت عبارات کے ساتھ علمائے دیوبند نے یہی حشر کیا ہے۔ بات عبارت اور شخصی طور پر اس کے قائل کی آتی ہے تو یہ حضرات قریب نہیں پھٹکنے دیتے، تاویلات کا وہ دفتر کھل جاتا ہے جو شاید ان عبارات کے قائلین کے ذہن میں بھی نہیں تھا اور جب پوچھا جاتا ہے کہ جو شخص ایسا کہے اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے، تو جھٹ فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے۔ اب اگر کوئی جسارت کر کے صرف اتنا کہہ دے کہ قبلہ پھر جس

---

[۱] صراطِ مستقیم (ملفوظات سید احمد بریلوی) مرتبہ مولوی اسماعیل دہلوی، ص ۵۰ مطبوعہ ملک سراج الدین لاہور

[۲] حفظ الایمان: مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۸ مطبوعہ دیوبند

شخص نے ان عبارات کے قائلین کی گرفت کی، اس نے کیا قصور کیا تھا کہ آج تک اس کا جرم معاف نہیں ہو سکا، تو فرماتے ہیں، نہیں اس نے ہمارے بزرگوں پر بہتان طرازی کی ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے واسطے آپ ہی بتائیے کہ اس دو عملی اور تضاد بیانی کا کیا کیا جائے۔ اس کا مطلب ماسوائے اس کے اور کیا ہے کہ جہاں گھر کو لگتی ہے، وہاں فتوے اور ادب و محبت کے وعظ سب داؤ پر لگا دیے جاتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ اس تضاد بیانی کے ایک دو اور نمونے بھی قارئین کے سامنے رکھ دیئے جائیں تاکہ بات واضح ہو۔

"تحذیر الناس" میں مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں؛

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" [1]

مگر المہند علی المفند میں علمائے حرمین کے سامنے یہ لہجہ اختیار کیا جاتا ہے:

ہمارا اور ہمارے مشائخ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، جو آپ کی ختم نبوت کا انکار کرے تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے، کیونکہ وہ نص قطعی اور نص صریح کا منکر ہے۔ [2]

سوال ہوا، جناب مولانا رشید احمد گنگوہی سے "محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ کا ذبہ نہ ہوں، شریک ہونا کیسا ہے؟" آپ نے فرمایا: "ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔" [3]

علمائے حرمین نے دریافت فرمایا "کیا آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ذکر شرعاً برا ہے، بدعت سیئہ ہے جو حرام ہے یا اور کچھ کہتے ہیں؟"

جواب میں فرماتے ہیں "یہ بات کوئی بھی مسلمان ہرگز نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ ہم یہ کہیں کہ یہ بدعت اور حرام ہے، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام احوال کہ جن کا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے ادنیٰ سا بھی تعلق ہو، اعلیٰ درجہ کا مستحب و مندوب ہے، خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو یا آپ کے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے کا ذکر

---

[1] تحذیر الناس، ص ۲۴، مصنفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مکتبہ امدادیہ، دیوبند

[2] تلخیص المہند، ص ۸۰

[3] فتاوی رشیدیہ کامل، ص ۱۴۸

[4] تلخیص المہند ص ۱۰

قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ تضاد بیانی اور دو عملی کا یہی وہ شیوہ ہے جس کا منظر دنیا نے اس طرح دیکھا کہ مفتی دیوبند نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ایک عبارت پر فتویٰ کفر لگا دیا۔ ——— جب انہیں یاد دلایا گیا کہ قبلہ یہ عبارت تو حضرت مولانا کی ہے، تو انہیں فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے دیر بھی نہ لگی! اور اسی طرح کا ایک اور واقعہ خود مہتمم دارالعلوم دیوبند جناب مولانا قاری محمد طیب کے ساتھ بھی ہوا ہے کہ مفتی دیوبند نے ان کی ایک عبارت پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے فتویٰ واپس لے لیا۔

اے کاش! اے کاش! اگر علمائے دیوبند سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور قاری محمد طیب جتنی بھی محبت وعقیدت کا ثبوت دیتے تو یہ چند عبارات کب کی واپس ہو چکی ہوتیں اور دیوبند و بریلی نام کا آج کوئی مسئلہ ہی نہ ہوتا۔

دیوبند کے ایک معروف علمی پرچے تجلی (اپریل ۱۹۵۶ء) میں اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے، ملاحظہ ہو اس "تجلی" کے متعلقہ اوراق کا عکس، دیکھئے صفحہ ۱۱۲ تا ... آخر۔

اس سے ہمارا مقصود صرف یہ دکھانا تھا کہ ایک سیدھی سادی عبارت لکھ کر بھجوائی گئی تو اس پر فتویٰ دے دیا گیا۔ مگر جب یہ پتہ چلا کہ یہ عبارات تو ہمارے اپنے بزرگوں کی ہیں تو لگے فتویٰ پوچھنے والوں کو گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے کہ اس نے دجل و فریب سے کام لیا ہے۔ ہمیں صاف صاف کیوں نہ لکھ دیا کہ یہ عبارت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ہے اور یہ ان کے پوتے قاری محمد طیب صاحب کی، تاکہ ہم اپنے پرائے میں تمیز کر سکتے۔

قارئین! یہی وہ ستم ظریفی ہے جس کا رونا ہم رو رہے ہیں اور یہی ہمارے موقف کی بنیاد ہے کہ علمائے دیوبند عام حالات میں ان گستاخانہ عبارات کو کفریہ قرار دیتے ہیں۔ علمائے حرمین کے سامنے نام بنام انہی عبارتوں پر فتوائے کفر دے چکے ہیں، مگر بات جب اپنے بزرگوں کی آتی ہے تو "نو نیزہ والہ وہیں کا وہیں" اب عقائد اور شرعی معاملات میں اس دوہری عینک کا ہمارے پاس کیا علاج ہے؟

یہاں تک ہی کیا محدود ہے، وہ تمام طریقے اور راز کار و اعمال جن کی بدولت ایک عرصے سے علمائے اہلِ سنت کو بدعتی اور مشرک کہا جاتا ہے۔ اندرونِ خانہ بڑی بشاشت اور فراخ دلی سے ان حضرات نے اپنا رکھے ہیں۔ دم درود، تعویذ، چلّے، مکاشفے اور خانقاہی نظام کی ہر ضعیف الاعتقادی میں یہ حضرات بریلویوں کو کوسوں پیچھے چھوڑ گئے ہیں، مگر آج بھی دوسروں کے لیے ان کی لغت میں بدعتی اور اپنے لیے موحد کے ہی الفاظ ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے شائع ہونے والی کتاب "زلزلہ" نے جب انتہائی مدلل طریقے سے یہ ناقابل تردید الزامات عائد کیے، تو اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف دیوبندی اہلِ قلم مولانا عامر عثمانی کو یہ تبصرہ کرنا ہی پڑا:

"بات یقیناً تشویشناک ہے، مصنف نے ہرگز ایسا نہیں کیا ہے کہ ادھر ادھر سے چھوٹے موٹے فقرے لے کر ان سے مطلب پیدا کیا ہو، بلکہ پوری پوری عبارتیں نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے ہرگز کوئی معنی پیدا نہیں کیے ہیں۔ ہم اگرچہ حلقۂ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا ——— اور ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ دفاع کریں تو کیسے؟ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامۃ الدھر بھی ان الزامات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب کے مشتملات بزرگانِ دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔ ہم اگر عام روش کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے، تو بس اتنا ہی کر سکتے تھے کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں، لیکن خدا بچائے اشخاص پرستی اور گروہ بندی کی باطل ذہنیت سے ہم دیانۃً اسے فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ مقتدر علمائے دیوبند پر تضاد بیانی کا جو الزام اس کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے، وہ اٹل ہے۔"

اس کی توجیہ آخر کیا کریں گے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی یا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ جب فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں تو ان احوال و عقائد کو برملا شرک، کفر اور بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں، جن کا تعلق غیب کے علم اور روحانی تصرف اور تصورِ شیخ اور استمداد بالارواح جیسے امور سے ہے، لیکن جب طریقت و تصوف کی زبان میں کلام کرتے ہیں، تو یہی چیزیں عین کمال ولایت اور علامتِ بزرگی بن جاتی ہیں۔

ہم اگر فرض کر لیں کہ ان بزرگوں کی طرف دیگر مصنفین نے جو کچھ منسوب کر دیا ہے، وہ مبالغہ آمیز ہے، غلط ہے حقیقت سے بعید ہے۔ تو بے شک ان بزرگوں کی حد تک ہمیں اعتراض سے نجات مل جائے گی، لیکن یہ دیگر مصنفین بھی تو علماء دیوبندی ہیں، ان کی کتابیں بھی حلقۂ دیوبند میں بڑے ذوق و شوق سے تلاوت فرمائی جاتی ہیں اور کسی اللہ کے بندے کی زبان پر یہ اعلان جاری نہیں ہوتا کہ ان خرافات سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔ برأت کیا معنی، ہمارے موجودہ بزرگ پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں علمِ غیب اور فریاد رسی اور تصرفاتِ روحانی اور کشف و الہام کے جو کمالات ہمارے مرشدین کی طرف منسوب ہیں، وہ بالکل حق ہیں سچے ہیں، پھر آخر ازالۂ اعتراض کی کیا صورت ہو؟

ہمارے نزدیک، جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے، یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ، بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ دے دی جائے اور صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں، اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد ارواحِ ثلاثہ، سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کرنے چاہئیں یا پھر ان مؤخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اوّل الذکر

کتابوں میں مندرج ہیں" لہ

غور فرمایا آپ نے کہ تضاد پسندی اور دو عملی کی اس پالیسی پر غیر تو غیر اپنے بھی چیخ رہے ہیں۔ ہماری گذارش صرف یہ ہے کہ اوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو ہو لیکن حبیب خدا، سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی تو اس سے مستثنیٰ رہنی چاہیے۔ اگر ہمارے اکابرین نام مبارک کے ساتھ فداہ امی وابی لکھتے رہے ہیں تو وہ یونہی تو نہیں کہتے رہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس نازک موقع پر علمائے دیوبند اپنے چند اساتذہ کی آن کو سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر قربان نہیں کر سکتے۔ علمائے اہل سنت بار بار وضاحت کر چکے ہیں کہ اصل مسئلہ یہی ہے۔ اگر یہ حل ہو جائے، تو کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

معروف عالمِ دین علامہ سید احمد سعید کاظمی رقمطراز ہیں:

"مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرے گا، تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے، خواہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی، اس سلسلے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہلِ حق کا شیوہ نہیں، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمہ کفر بولا تو ساری لیگ معاذاللہ کافر ہو گئی، یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا، تو معاذاللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی کفریہ عبارات کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے۔ ہم اور ہمارے اکابر نے بارہا اعلان کیا ہے کہ ہم کسی دیوبندی یا لکھنو والے کو کافر نہیں کہتے، ہمارے نزدیک صرف وہی کافر ہیں جنہوں نے معاذاللہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور محبوبانِ ایزدی کی شان میں گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی۔ نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر اور ان کے صریح مفہوم کو جان کر ان گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں اور گستاخوں کو مومن، اہلِ حق، اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں اور بس! ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی، ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی۔ اگر ان کو ٹٹولا جائے، تو وہ بہت قلیل ہیں اور محدود، ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ بریلی کا، نہ لیگی نہ ندوی، ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں"۔ لہ

پھر کیوں ایسا نہیں کیا جاتا کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی چند لوگوں سے ان عبارتوں کے سلسلے میں غلطی ہوئی ہے، کیا یہ لوگ معصوم تھے۔ عبارات کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا موقف انتہائی کمزور اور باہم تضاد کا شکار ہے۔ ان عبارات کی تاویلات میں ان حضرات نے جس ژرف نگاہی اور بالغ نظری کا ثبوت فراہم کیا ہے، وہ بجا ہے۔

لہ بحوالہ زلزلہ: مصنفہ علامہ ارشد القادری، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۱۸۳ تا ۱۸۱

لہ الحق المبین مصنفہ علامہ سید احمد سعید کاظمی، مطبوعہ ملتان، ص ۲۴، ۲۵

خود ایک مضمون کا متقاضی ہے۔ حیرت ہے کہ ایک بزرگ ایک عبارت کی جو تاویل کرتے ہیں۔ دوسرے بزرگ اس تاویل کو سراسر گمراہی بتاتے ہیں۔ اب آدمی کرے تو کیا کرے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا جاتا ہے کہ وہ متبع سنت تھا اور اچھا آدمی تھا، مگر علمائے حرمین کو مطمئن کرنے کے لیے "المہند علی المفند" میں فرمایا جاتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صاحب رد المحتار علامہ شامی کا ہے۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ علامہ شامی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو خارجی اور باغی قرار دیا ہے۔ اور الشہاب الثاقب میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ رکھتا تھا، نیز وہ ایک ظالم، باغی، خونخوار فاسق تھا، ملاحظہ ہو، ص ۲۲۱، الشہاب الثاقب کا عکس: ۹۶ پر

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

ان عبارات کی غلط سلط تاویلات کرتے ہوئے بالکل وہی بات ہوتی ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے سو جھوٹ مزید بولنا پڑتا ہے۔ قارئین کو حیرت ہوگی کہ جن صاحبان جبہ و دستار کی عظمت اور آن کو برقرار رکھنے کی خاطر اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کو بھی داؤ پر لگا دیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات نے خیر سے ایسے گھٹیا پن کا مظاہرہ کیا ہے جسے دیکھ کر دیانت و امانت کو پسینہ آجاتا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

براہین قاطعہ میں المہند علی المفند کے مؤلف مولانا خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالحق محدث دہلوی روایت کرتے ہیں (کہ حضور نے فرمایا) مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔"[1]

حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی معروف کتاب مدارج النبوۃ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نہ شدہ۔"[2]

حد ہے کوئی اس دیانت کی، امت مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باشعور افراد سے نام خدا ہماری اپیل صرف یہ ہے کہ علوم نبوت میں نقص نکالنے کی خاطر جو شخص اتنا گھناؤنا اور سفید جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا اب بھی وہ شیخ الحدیث اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محب ہے۔

---

[1] براہین قاطعہ: خلیل احمد انبیٹھوی، مطبوعہ دیوبند، ص ۵۱ عکس دیکھیے ص ۹۵ پر

[2] مدارج النبوۃ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۷

Scanned with CamScanner

لگے ہاتھوں شیخ العرب والعجم نامی ایک اور بزرگ کی علمی دیانت اور تقوی میں ان کے بلند مدارج کا حال بھی دیکھتے چلیئے۔

مولانا حسین احمد مدنی "الشہاب الثاقب" میں رقمطراز ہیں :

جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص ۱۵ پر ارقام فرماتے ہیں دو علم غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جو شخص رسول خدا کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے۔ [۱]

مولوی حسین احمد اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں :

علاوہ ازیں جناب بندہ درہم و دینار کے دادا مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں ۔ [۲]

قارئین کو حیرت ہوگی کہ یہ دونوں کتابیں فرضی ہیں۔ ردِ شہابِ ثاقب میں مفتی محمد اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں :

مسلمانو! مصنف شہابِ ثاقب کے ان دو جیتے جھوٹ اور کذب اور صحیح افترا و بہتان کو دیکھو کہ دنیا میں حضرت شاہ حمزہ مارہروی کی نہ کوئی کتاب بنام خزینۃ الاولیاء تصنیف ہوئی نہ وہ کانپور میں طبع ہوئی نہ اس کا صفحہ ۱۵ ہے، نہ اس عبارت کا وجود ہے۔ اسی طرح جہان بھر میں جناب مولانا مفتی رضا علی خاں کی کوئی کتاب ہدایۃ الاسلام ہے اور نہ وہ سیتاپور کے مطبع صبح صادق میں طبع ہوئی۔ [۳]

غور فرمایا آپ نے اگر صدر المدرسین دیوبند مولانا حسین احمد مدنی کی یہ حالت ہے تو اور کسی کی کیا بات کی جائے ؎

اذا کان رب البیت بالطبل ضاربا

فلا تلم الاولاد فیہ علی الرقص

الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

اصل عبارات پیش کرنے سے پہلے ایک اور مسئلے کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب نے تمام گستاخانہ عبارات کے بارے میں علمائے حرمین سے رجوع کیا تو حرمین شریفین

---

[۱] الشہاب الثاقب ، حسین احمد مدنی ، ص ۹۰ ، ۹۹ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

[۲] " " " " " " " " "

[۳] ردِ شہابِ ثاقب ، مولانا محمد اجمل شاہ مفتی سنبھل ، از بربک ڈپو کراچی ، ص ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۷

کے ۳۵ جلیل القدر اور نامور علماء نے واضح الفاظ میں ان عبارات کو کفریہ قرار دیا اور ان کے قائلین پر رجوع اور توبہ ضروری قرار دی۔ اب یہاں بھی علمائے دیوبند نے اپنی روایت کے مطابق وہی چال چلی، جس کے وہ عادی ہو چکے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ حرمین شریفین کے علماء کی بات مان کر ان عبارات کو واپس لے لیتے۔ انہوں نے بات کا رُخ موڑنے کی خاطر ایک نیا محاذ کھول دیا کہ جی وہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے تو ہماری عبارات کے مفہوم غلط پیش کیے ہیں، ان کے تراجم حسب منشا کیے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ گو اس ساری بحث سے بات اپنی جگہ ہی رہی، مگر بزعم خویش ان حضرات نے میدان مار لیا۔ علمائے دیوبند نے بطور خاص مدینہ منورہ کے معروف عالم دین اور نامور محقق علامہ احمد برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی اس عبارت کو اچھالا ہے، جس میں انہوں نے علوم خمسہ کے بارے میں فاضل بریلوی کے موقف سے اختلاف کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر دیگر علمائے حرمین کی طرح علامہ برزنجی نے بھی بڑی شدومد کے ساتھ گرفت کی اور انہیں کفریہ عبارات قرار دیا۔ آپ کے فتوے کے بعض جملے یہ ہیں؛

"اور رہے امیر احمد اور نذیر حسین اور قاسم نانوتوی کے فرقے اور ان کا کہنا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کیا جائے، بلکہ اگر حضور کے بعد کوئی نبی ہو تو اس سے خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ تو اس قول سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت جدیدہ ملنی مان رہے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ جو اسے جائز مانے، وہ باجماع علمائے امت کافر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ جو رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ تو رشید احمد مذکور کا یہ کہنا دو وجہ سے کفر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ جو اشرف علی تھانوی نے کہا کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے حاصل ہے، تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ کھلا ہوا کفر ہے۔ بالاتفاق اس لیے کہ اس میں رشید احمد کے اس قول سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان ہے [1]

اتفاق سے اس کے کچھ عرصہ بعد فاضل بریلوی کی کتاب الدولۃ المکیہ سامنے آئی تو صرف علوم خمسہ کے بارے میں علامہ برزنجی نے اس سے اختلاف کیا۔ یہ اختلاف ایک عالمانہ اختلاف ہے جو اپنے اندر پورا وقار اور سنجیدگی لیے ہوتے ہے، اس میں علامہ برزنجی نے فاضل بریلوی کے لیے قطعاً کوئی نازیبا لفظ استعمال نہیں کیا۔

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ، ص ۱۳۶ تا ۱۴۲

بلکہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ فاضل بریلوی کی طرح علمائے اسلام کی ایک جماعت آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علومِ خمسہ کی قائل ہے۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ہم اصل الفاظ کا ترجمہ علمائے دیوبند کی زبانی بیان کرتے ہیں:

"اما بعد، ہندوستان سے آنے والے ایک سوال کے جواب میں میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ علمائے ہند میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے بارے میں جھگڑا پڑ گیا ہے کہ آیا آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا علم مغیباتِ خمسہ (جن کا ذکر آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں ہے) سمیت تمام مغیبات کو محیط ہے یا نہیں۔ علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل ہے اور دوسری، دوسری شق کی، اس کے بعد لکھا کہ میں نے اپنے اس رسالہ میں بیان کیا ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم ہے اور آپ کا علم جمیع دینی امور کو محیط ہے، بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے، لیکن قرآن وسنت اور کلامِ سلف کے واضح دلائل کی بنا پر مغیباتِ خمسہ آپ کے علم شریف میں داخل نہیں۔" [1]

آگے چل کر علامہ برزنجی موصوف تحریر فرماتے ہیں:

پھر اس کے بعد علمائے ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں کہا جاتا ہے، مدینہ منورہ آیا، جب وہ مجھ سے ملا، تو اولاً اس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر وضلال میں سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے ایک غلام احمد قادیانی ہے جو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل ہونے اور اپنے لیے وحی اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، انہیں میں سے ایک فرقہ امیریہ ہے ایک نذیریہ ہے، ایک قاسمیہ ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کرلیا جائے، بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے، تب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا، انہیں میں سے ایک فرقہ وہابیہ کذابیہ ہے جو رشید احمد گنگوہی کا پیرو ہے جو اللہ تعالیٰ سے بالفعل کذب کے وقوع کا قول کرنے والے کو کافر قرار نہیں دیتا۔ انہیں میں سے ایک شخص رشید احمد گنگوہی ہے جو مدعی ہے کہ وسعتِ علم شیطان کے لیے ثابت ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نہیں۔ انہیں میں سے ایک اشرف علی تھانوی ہے جو کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پر علم مغیبات کا حکم لگانا بقول زید صحیح ہو تو سوال یہ ہے کہ اس کی مراد بعض مغیبات ہیں یا سب؟ اگر بعض مراد ہیں، تو اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کیا تخصیص؟ ایسا علمِ غیب تو زید و عمر و بکر، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے۔

اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کو باطل کرنے کیلئے ایک رسالہ موسومہ "المعتمد المستند" لکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے اس رسالے کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا۔ اس میں صرف ان فرقوں کے اقوالِ مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا اور اس نے اس رسالہ پر تصدیق وتقریظ طلب

---

[1] غایۃ المامول، مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین، ص ۲۹۶، ۲۹۷،

سکی، ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں، کیونکہ سب باتیں اجماعِ امت کے خلاف ہیں اور اپنی تقریظ کے ضمن میں ہم نے ان کے اقوال کے ابطال کے لیے بعض دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا۔" [۱]

اب مخالفین نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، علوم خمسہ کی ایک شق کے بارے میں علامہ برزنجی کے عالمانہ اختلاف کو دیکھ کر اس قدر جوشِ مسرت سے بے خود ہوئے کہ انہیں یہ تک نہ یاد رہا کہ اپنی اس تحریر میں وہ حسام الحرمین والے فتوے کی دوبارہ شد و مد سے تائید کر رہے ہیں اور ان کفریہ عبارات کے قائلین پر فتوائے کفر دے رہے ہیں۔ یہ تو علامہ برزنجی کی کمال دیانت تھی کہ جہاں انہیں معمولی سا اختلاف ہوا، اسے انہوں نے انتہائی مہذب انداز میں بیان کر دیا اور ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ اس اختلاف سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" پر جو تصدیق و تقریظ لکھی، وہ اس سے کالعدم ہو گئی ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ وہ اپنی جگہ قائم ہے اور ان لوگوں کے لیے ہمارا فتویٰ آج بھی وہی ہے جو شروع میں تھا۔ [۲]

رہی یہ بات کہ آیا یہ عبارات یا الفاظ علمائے دیوبند کے ہیں یا نہیں، کہیں فاضل بریلوی نے عبارت کو سیاق و سباق سے الگ کر کے یا ان کے مفہوم کو بگاڑ کر تو فتوے حاصل نہیں کر لیے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس کتاب کا موضوع ہی یہی عبارات ہیں، ہم آگے اصل عبارات کی فوٹو کاپیاں دے رہے ہیں۔

قارئین کرام انہیں پڑھ کر اندازہ کر لیں کہ علامہ برزنجی کا فتویٰ آج بھی ان حضرات کے خلاف اس شان سے قائم ہے یا اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟ پھر طرفہ تماشا یہ کہ علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات کا جو عربی ترجمہ فاضل بریلوی نے علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا اور اس عربی عبارت کا اردو ترجمہ مولوی نعیم الدین دیوبندی نے بالکل انہی الفاظ میں کیا ہے جو ان حضرات کی اصل اُردو عبارات ہیں۔ گویا یہ بات بھی علمائے دیوبند نے تسلیم کر لی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان اردو عبارات کا ترجمہ ٹھیک ٹھاک کیا ہے، جبھی تو علمائے دیوبند اس عربی کا ترجمہ اصل الفاظ کی صورت میں کر رہے ہیں۔ اگر یہ عربی ترجمہ غلط ہوتا، تو اس کا ترجمہ بھی اسی انداز سے کیا جاتا۔ اب علمائے دیوبند کے پاس یہ بات کہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے کہ فاضل بریلوی نے غلط تراجم کے ذریعے علمائے حرمین سے فتوے حاصل کیے۔

علوم خمسہ کے مسئلے پر علامہ برزنجی نے عالمانہ اختلاف کیا ہے، مگر اپنی تحریر میں انہوں نے کہیں بھی فاضل بریلوی کو گمراہ کے لفظ سے یاد نہیں کیا، مگر ادھر فاضل بریلوی کے ساتھ اختلاف کا لفظ دیکھ کر یار لوگ کلیلیاں کرنے لگے، اور غایۃ المامول کے ٹائٹل پر لکھا: "احمد رضا خاں صاحب کا گمراہ کن عقیدۂ غیبیہ علمائے حجاز کی نظر میں"۔ کاش!

---

[۱] غایۃ المامول، ص ۲۹۹، مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور

[۲] 〃 〃 〃 〃 دیکھئے عکس ۱۹ پر۔

وہ غور فرما لیتے، تو اس کا ٹائیٹل اس طرح زیادہ موزوں اور مناسب ہوتا "علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر علمائے حرمین کے فتوائے کفر کی توثیق"۔

علامہ برزنجی نے علوم خمسہ کے بارے میں فاضل بریلوی سے اپنا اختلافی نقطۂ نظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"پھر اس کے بعد احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے ایک اور رسالہ پر مجھے مطلع کیا، جس میں وہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہر چیز کو محیط ہے حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے درمیان احاطۂ مذکورہ میں صرف حدوث و قدم کا فرق ہے اور یہ کہ اس کے پاس اپنے مدعا پر دلیل قائم اللہ تعالیٰ کا قول:

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیئ (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا ہے) پس میں نے اس بات کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ اس کے مدعا پر دلالت قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطہ علمیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے الخ" [1]

آپ نے غور فرمایا کہ گستاخانہ عبارات پر علامہ برزنجی کا فتویٰ نہ صرف جوں کا توں اپنی جگہ موجود ہے، بلکہ اس کتاب "غایۃ المامول" میں انہوں نے اپنے فتویٰ کفر کی مزید توثیق کر دی ہے، مگر صرف علوم خمسہ کے بارے میں معمولی سے اختلاف کا سہارا لے کر فاضل بریلوی کی دیانت اور ثقاہت کے خلاف کس قدر پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے؛

ہماری گذارش ہے کہ یہ گستاخانہ عبارات علمائے دیوبند کے لیے ایسا چھچھوندر ہیں جنہیں نہ وہ نگل سکتے ہیں اور نہ ہی پھینکنے کو ان کا دل چاہتا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے۔ دنیا کا کوئی بھی با اخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ ایک مسلمان انہیں آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب برداشت کرے۔ پچاس سال سے ان عبارات کی تاویلات کی جا رہی ہیں۔ ان پر گرفت کرنے والے علماء کو خائن، گمراہ اور اہل حق کا مخالف بتایا جا رہا ہے، مگر یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ان چند عبارات سے توبہ کی جائے۔

یہ بات قارئین کے علم میں ہوگی کہ علامہ اقبال مرحوم نے مولانا حسین احمد مدنی کے نظریۂ وطنیت کے بارے میں "ارمغان حجاز" میں چند اشعار لکھ دیئے، تو علمائے دیوبند کا ایک بڑا طبقہ آج تک علامہ مرحوم کا یہ قصور معاف

[1] غایۃ المامول، ص ۳۰۰، مطبوعہ مکتبہ ارشاد المسلمین

اور اس بات پر تو تمام علمائے دیوبند کا اتفاق ہے اور بارہا ان کی طرف سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہ اشعار "ارمغانِ حجاز" سے نکال دیئے جائیں، اس کے لیے بار لوگوں نے فرضی خط و کتابت تک گھڑلی ہے۔ یہ ساری تگ و دو اس لیے کی جا رہی ہے تاکہ علامہ مرحوم ایسے آفاقی اور زندۂ جاوید شاعر کے قلم سے مولانا مدنی کی عزت و ناموس کو بچایا جائے، مگر علمائے اہلِ سنّت بعینہٖ یہی مطالبہ خود علمائے دیوبند سے کرتے ہیں کہ حضور رحبیبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس کے بارے میں یہ گستاخانہ عبارات آپ بھی تو واپس لیجیے، تو یہ حضرات ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

ملّتِ اسلامیہ کے ہر ذی شعور فرد حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہر مسلمان اور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت اور تعلق کو کائنات و ما فیہا سے افضل سمجھنے والے ہر کلمہ گو سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ علمائے دیوبند اور علمائے اہلِ سنت کا اصولی اختلاف نہ علمِ غیب کے مسئلے پر ہے اور نہ ہی حاضر و ناظر پر یہ اختلاف نہ گیارہویں شریف کے بارے میں ہے اور نہ دعا بعد جنازہ سے متعلق۔ یہ اصولی اختلاف صرف اور صرف ان گستاخانہ عبارات کے بارے میں ہے جن میں حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھلی توہین کی گئی ہے۔ ہم یہ تمام عبارات اصل کتابوں سے فوٹو کاپیوں کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ آپ میں سے ہر شخص ہر قسم کے تعلقات سے بالاتر ہو کر آج یہ فیصلہ کرے کہ وہ بارگاہِ قدس جس میں گفتگو اور حاضری کے آداب میں قرآن مجید میں یوں تعلیم کیے گئے ہیں:

لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا (الآیہ)

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً (الآیہ)

لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ (الآیہ)

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، الخ (الآیہ)

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون (الآیہ)

اسی اندازِ گفتگو اور طرزِ تخاطب کے لائق ہے؟ قسم ہے آپ کو پروردگار کی! آپ میں سے کوئی شخص یہ اندازِ گفتگو اپنے استاد، مرشد، والد یا کسی دوسرے لائقِ احترام بزرگ کے ساتھ اپنانے کی جرأت کرے گا؟ یہاں آپ یہ نہ دیکھیں کہ بات کس نے کہی ہے، یہ دیکھیں کہ اس نے کیا کہا ہے۔ دنیا و آخرت میں اگر کوئی تعلق اور نسبت کام آسکتی ہے، تو وہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت ہے۔ آپ ہر شخصیت کو اسی مرکزِ ثقل اور کعبۂ انجذاب سے تعلق کی کسوٹی پر پرکھیں۔

فاروقی

علمائے دیوبند اور تمام اہل اسلام کے متفقہ اصول و ضوابط

جن کی بناء پر کفر کا فتوے دیا جائے گا

۱۔ انبیاء کی توہین اور ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے۔[۱]

۲۔ عابد، زاہد، محدث، مفسر اور مبلغ اسلام ہونے کے باوجود بھی انبیاء کی توہین کرنے والا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا انکار یا اس معنی کو غلط کہنے والا کافر اور مرتد ہے۔[۲]

۳۔ ضروریاتِ دین کے انکار کرنے والے اور انبیاء کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنا اور احتیاط کرنا خود کفر ہے۔ مسلمان خوب سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں، حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ منکر ضروریاتِ دین اور انبیاء کی توہین کرنے والے منافقین کو کافر کہا جائے، ورنہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے منافقین سب کچھ فرائض و واجبات ادا نہ کرتے تھے اور کیا وہ اہل قبلہ نہ تھے۔ بس حکم یہی ہے کہ ایسے لوگوں کو کافر کہا جائے آسمان ٹلے زمین ٹلے یہ حکم نہیں ٹل سکتا۔[۳]

۴۔ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو، بچوں، چارپایوں، پاگلوں (مجانین) کے علم کے برابر یا اس جیسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے اور جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔[۴]

۵۔ جو شخص شیطان کے علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زائد کہے، وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے جو اسے کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے۔[۵]

۶۔ جو شخص ایک دفعہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا انکار کردے یا اس کو غلط قرار دے، اس کے بعد وہ ختم النبوۃ کا اقرار بھی کردے، تو جب تک وہ اس کفر سے توبہ کا اعلان نہ کرے یا اس کی توبہ ثابت نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کے اقرار ختم النبوۃ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔[۶]

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین موجب کفر ہے، صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے (جن سے سننے والے کو توہین کا وہم پیدا ہو) تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا۔[۷]

---

[۱] اشد العذاب ص ۴، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ناظم دار العلوم دیوبند۔ مطبوعہ
[۲] ″ ص ۹ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
[۳] ″ ص ۹-۱۰ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
[۴] ″ ص ۱۲-۱۴ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ایضاً المہند علی المفند ص ۲۰
[۵] ″ ص ۱۲-۱۴ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۲۵ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
[۶] ″ ص ۱۵ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
[۷] مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۲۵ مکتوبات مولانا حسین احمد مدنی

۸۔ جو شخص یہ کہے کہ کسی غیر نبی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اتنی ہے جیسی بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے۔ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ [۱]

فتویٰ کفر اور تکفیر (کسی کو کافر قرار دینے) کی شرعی حیثیت

اگر کسی شخص کو کافر قرار دیا جائے، تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوجانے کے سبب تمام اسلامی، بلکہ انسانی حقوق و مراعات سے محروم ہوجاتا ہے۔ اس کی جان، مال اور عزت کا تحفظ ختم ہوجاتا ہے اور تمام مسلمانوں بلکہ انسانوں سے اس کے ہر قسم کے تعلقات موقوف قرار پاتے ہیں۔ اس موقعہ پر اس سے علانیہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کرکے رجوع کرتے ہوئے دوبارہ اسلام قبول کرلے، تو فبہا، ورنہ مسلمان حاکم اس کو قتل کرنے کا حکم نافذ کردے گا اور قتل کے بعد اس کو بے گور و کفن گھسیٹتے ہوئے کسی کھڈ میں ڈال کر مٹی میں دبا دیا جائے گا۔ اور اگر کسی طرح وہ قتل سے بچ نکلے یا مسلمانوں کو اس کے قتل پر قدرت نہ ہوسکے، تو پھر اس کے رشتہ دار، برادری، بیوی اور بچے اور تمام انسانوں پر پابندی ہوگی کہ وہ اللہ اور رسول کے اس باغی اور دشمن سے ہر قسم کے تعلقاتِ قلبی و جسمانی اور لین دین، بول چال، کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا سب ختم کرکے مکمل بائیکاٹ کریں اور جو شخص اس بائیکاٹ کو لازم نہ سمجھے، تو وہ بھی اللہ اور رسول کا باغی قرار پائے گا۔

اور اگر کسی طرح فتویٰ کفر جاری کرنے والے کو یہ احساس ہوجائے کہ میرا فتویٰ غلط ہے، تو اب اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرکے اپنی غلطی اور توبہ کا اعلان کرے۔ کیونکہ کسی کو مسلمان سمجھتے ہوئے اسے کافر کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے۔

(فتح القدیر، شرح ہدایہ ودیگر کتب فتاویٰ)

تابش قصوری

---

[۱] المہند علی المفند ص ۲۳ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

پردہ

اُٹھتا ہے

آئندہ صفحات میں علماءِ دیوبند کی ان گستاخانہ عبارات کا عکس پیش کیا جارہا ہے، جن پر عرب و عجم کے علماء نے فتویٰ کفر صادر کیا ہے۔ ان عبارات سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے ناظمِ تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاندپوری کے فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔ اشدالعذاب کے متعلقہ صفحات کا عکس آئندہ دیا جارہا ہے۔ ص ۱۸ تا ۱۹

اشد العذاب ، مصنفہ ، مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیوبند

ص، ۴ ۔ توہینِ انبیاء، انکارِ ختمِ نبوت، دعویٰ نبوت، انکار ضروریاتِ دین (مرزا کے چار کفر) (یہ اعتراف ہے کہ توہینِ نبی مطلقاً کفر، انکارِ ختمِ نبوت بھی مستقل کفر)

ص، ۵ ۔ عابد، زاہد، مبلّغ اسلام ہونے کے باوجود بھی انبیاء کی توہین کرنے والا، ختمِ نبوت بمعنیٰ آخرالانبیاء کا انکار کرنے والا، خداتعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا، مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے۔

ص، ۹ ۔ ضروریاتِ دین کا انکار کرنے، انبیاء کی توہین کرنے، پر کسی کو کافر نہ کہنا اور احتیاط کرنا خود کفر ہے۔

ص، ۹ ۔ مسلمان خوب سمجھ لیں کہ اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں، حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ منکر ضروریاتِ دین کو کافر کہا جائے، ورنہ کیا منافقین سب کچھ فرائض و واجبات ادا نہ کرتے تھے۔

ص، ۱۰ منافقین بھی اہل قبلہ تھے، مسیلمہ کذاب بھی اہل قبلہ تھا، ورنہ پھر دیانند سرستی اور گاندھی جی نے کیا قصور کیا؟ بس حکم یہی ہے، مسئلہ یہی ہے آسمان ٹلے زمین ٹلے، یہ حکم نہیں ٹل سکتا، چاہے کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے حکم سنادیا ہے۔ تمہارا نفع اسی میں ہے کہ منافقین کو کافر و مرتد کہا جاتے اللہ کا یہ حکم نہیں چھپایا جاسکتا۔

ص، ۱۱ ۔ یہ عذر کہ علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، چنانچہ علماء دیوبند کو بھی علماء بریلی کافر کہتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے، بعض علماء دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خاتم النبیین نہیں جانتے۔ چوپائے مجانین کے علم کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے علم سے زائد کہتے ہیں، لہذا وہ کافر ہیں۔ تمام علماء دیوبند فرماتے ہیں کہ خاں صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے، ملعون ہے۔ لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں، ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے، یہ عقائد بے شک کفریہ ہیں۔

ص ۱۲ - اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علماء اسلام کا مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر کہنا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے - اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے تھے جیساکہ انہوں نے انہیں سمجھا، تو خان صاحب پر ان علماء کی تکفیر فرض تھی - اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے -

ص ۱۴ - جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تنقیص شان کرے اور آپ کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ بتائے اور آپ کے علم کو مجانین و صبیان کے علم کے برابر کہے، کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے -

ص ۱۵ - مرزا صاحب کی عبارات میں ختم نبوت کا اقرار ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم ہے - غرضیکہ تمام ایمان مجمل اور مفصل از بر ہے، مگر جب تک توبہ نہ دکھائیں، توبہ نہ کریں، اس وقت تک اس کا کچھ اعتبار نہیں -

---

۴۸۷
۹۲

غالباً یہ سنہ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے جبکہ بمبئی [illegible]
[illegible] کیا گیا تھا حضرت حجۃ الاسلام [illegible] قدس سرہ [illegible]
[illegible] تشریف لے گئے تھے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو [illegible]
[illegible]
[illegible] لیکن باوجود [illegible]
[illegible] حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ [illegible]
[illegible] بریلی شریف [illegible]
تذکرہ فرمایا [illegible] گستاخانہ عبارتیں [illegible] سامنے
[illegible] کہا کہ [illegible] ایسی عبارات گستاخانہ ہیں
ان لوگوں [illegible] کیوں نہیں [illegible] جانا چاہئے

فقیر تقدس علی خاں قادری رضوی [illegible]

عکس مکتوب حضرت مولانا تقدس علی خاں مدظلہ

علماء دیوبند جواب دیں

عرب و عجم کے علمائے اہل سنت نے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات ،کلمات اور مقالات پر کفر کا فتوٰے دیا ہے خود علمائے دیوبند بھی ایسی عبارات اور ایسے کلمات کے بارے میں کفر کا فتوٰے دے چکے ہیں ۔ان فتووں کا حاصل یہ ہے کہ جو ایسا کہے وہ کافر ہے یعنی ان فتووں کا تعلق الفاظ سے ہے عقیدہ اور نیت سے نہیں ہے ۔

علماء دیوبند اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے پوراز ور اس پر صرف کردیتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے ۔ علمائے عرب نے جب پوچھا کہ تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ تو ان کے جواب میں بھی یہی لکھا کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے ۔ حالانکہ جب فتوائے کفر کا تعلق لفظوں سے ہو اور سوال بھی یہ کیا جائے کہ یہ لفظ تم نے کہے ہیں یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ یہ گستاخانہ الفاظ ہم نے نہیں کہے ، مگر وہ ایسا نہیں کہتے کیونکہ یہ الفاظ ان کی کتابوں میں چھپے ہوئے موجود ہیں اور پیش نظر کتاب دعوتِ فکر میں بھی ان کا عکس موجود ہے لوگوں کو مغالطہ دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عقیدے کا تعلق دل سے ہے اور دل کو چیر کر کون دیکھ سکے گا ۔

علماء دیوبند سے استفسار

۱۔ جو شخص عقیدہ رکھے بغیر گستاخانہ عبارات و کلمات کہتا ہے علمائے عرب و عجم کے ارشادات "الشہاب الثاقب" "اشد العذاب" اور "المہند" کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے ؟

۲۔ وہ گستاخانہ عبارات ، مقالات اور کلمات جن پر عرب و عجم کے علمائے نے کفر کا فتوٰے دیا ہے علماء دیوبند نے کسی کتاب میں لکھے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں لکھے تو آئندہ صفحات میں جن کتابوں کے عکس دیئے جارہے ہیں وہ کتابیں کس کی تصنیفات ہیں ؟ کس نے شائع کی ہیں ؟ اور آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے ؟

Scanned with CamScanner

تحذیر الناس، مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند

مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ص ۲-۳-۱۴-۲۴ کا عکس

خط کشیدہ عبارت ص۳ کی ابتدا میں بتایا، "عوام کے خیال میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے، مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ کے تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

اس بات کو بنیاد قرار دے کر آیۂ مبارکہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ اس آیت کو تاخر زمانی کے معنی میں لیا جائے، تو یہ آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح نہیں ہو سکتی۔ چونکہ یہ آیت مقام مدح میں واقع ہے، اس لیے خاتم بمعنی آخری نبی نہیں ہو سکتا۔

پھر اس پر مزید اضافہ کیا، اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مان لیا جائے، تو اس سے تین خرابیاں لازم آئیں گی،

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ پر زیادہ گوئی کا وہم ہوگا (نعوذ باللہ) کیونکہ جب خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مان لیا گیا، تو یہ آیت کریمہ مدح نہ ہوگی اور لفظ خاتم اوصافِ نبوّت میں سے نہ ہوگا، بلکہ قد و قامت اور شکل و رنگ کی طرح ایسا وصف ہوگا جس کو نبوت اور اس کے فضائل میں دخل نہ ہوگا۔

دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ اس سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال ہوگا، کیونکہ خاتم النبیین کا معنی اگر آخری نبی مان لیا گیا، تو اب یہ وصف مدح اور کمال نہ رہے گا، جبکہ ایسے اوصاف جن میں مدح و کمال نہ ہو ایسے ویسے لوگوں کے لیے بیان کیے جاتے ہیں۔

تیسری خرابی کو یوں بیان کیا اگر اس آیت قرآنی میں اس دین کے آخری ہونے کو بیان کرنا مان لیا جائے جو اگرچہ قابل لحاظ ہو سکتا ہے، مگر اس صورت میں قرآنی آیت کے دونوں جملوں مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں بے ربطی پیدا ہو جائے گی جو کہ اللہ تعالیٰ کے معجز کلام میں متصور نہیں ہو سکتی۔

Scanned with CamScanner

ان تین مفروضہ دلائل سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی (تاخر زمانی) درست نہیں ہے۔ لکھا کہ یہاں خاتم النبیین کی خاتمیت کی بنیاد اور بات پر ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں خاتم کا معنی بالذات (بلا واسطہ) نبی کے ہیں، یعنی حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بالعرض (بالواسطہ) نبی ہیں۔

پھر ص ۱۳ اور ۲۴ کی عبارت میں اس بات کی تصریح کر دی ہے "آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تب بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

بعض لوگ یہاں پر لفظ "فرض" کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بات فرض کی گئی ہے، جبکہ فرض تو محال کو بھی کیا جا سکتا ہے، حالانکہ وہ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں، کیونکہ فرض اگرچہ محال کو بھی کیا جا سکتا ہے، مگر محال کے فرض کرنے پر فساد اور بطلان لازم آیا کرتا ہے۔ محال کے فرض کو امکان یا صحت لازم نہیں آتی، جبکہ یہاں بعد میں پیدا ہونے والے نبی کو فرض کرنے پر کہا گیا ہے کہ کوئی خرابی لازم نہیں آتی، کیونکہ خاتمیت میں فرق نہیں آتا۔

نیز یہاں فرض تقدیری نہیں ہے، بلکہ فرض تجویزی ہے، اسی لیے انہوں نے فرض کے ساتھ لفظ تجویز بھی استعمال کیا ہے۔ غرضیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال کہنا (جبکہ یہی معنی قطعی ہے اور اسی پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہے)

پھر واضح طور پر تاخر زمانی کے لحاظ سے آخری نبی کے معنیٰ کو تین طرح سے نادرست ثابت کرنا اور ساتھ ہی یہ تصریح کرنا کہ خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کے ہیں اور اس پر صراحتہً بار بار یہ کہہ دینا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے، تو خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہی وہ عبارات ہیں، جن کی بنیاد پر قادیانی مرزا نے اپنی نبوت کی عمارت قائم کر لی۔

تابش قصوری

إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مؤلفہ جناب مولٰینا محمد قاسم صاحب نانوتوی

مزیل التباس در موضع اثر ابن عباس رضی ہے

تحذیر النّاس

۱۳۵۵ھ

باہتمام

احقر محمد علی مالک کتبخانہ امدادیہ دیوبند نے

بمبئی جوب برقی پریس دہلی سے طبع کرا کر

کتبخانہ امدادیہ دیوبند سے شائع کیا

یہ رسالہ و نیز ہر قسم کی اسلامی دینی و غیر دینی کتب نہایت ہی ارزاں قیمت پر ہم سے طلب کریں
کتب خانہ امدادیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی در بارۂ قول ابن عباسؓ جو درمنثور وغیرہ میں ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراھیم کابراھیمکم و عیسیٰ کعیسٰکم و نبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبقے میں مخلوق الٰہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہوں اسلئے کہ اولاد آدم جس کا ذکر وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقے کے آدم کی اولاد ہے بالاجماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلاشبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین صلعم معلوم

ما یعنی آیۂ کریمہ میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اول اس کے معنی سمجھنے چاہئیں ۱۲

کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسیکو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اسکو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوی کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِن رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقع تھے بلکہ بنا خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جسکا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو لیجئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جسکا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے [illegible] خدا کے نہونے کیوجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنے بالعرض

[1] یعنی عوام کا خیال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط اس معنی کر خاتم النبیین ہیں کہ آپ سب آخری نبی ہیں یعنی یہ عوام کا خیال [illegible]

ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کیطرف محتاج نہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا
کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجئے آپکے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں
کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہرطور
آپ پر ختم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن البشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ
علم و عمل کیا چلے غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ
ہی کی نسبت خاص نہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا
خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اسبات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ
کیجئے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہئے اسی طرح اطلاق لفظ مثلہن جو آیۃ اللہ الذی خلق سبع،
سمٰوات و من الارض مثلہن یتنزل الامر بینہن ...... میں واقع ہے اس بات کو
مقتضی ہے کہ سوا تبائن ذاتی ارض و سما جو لفظ سمٰوات اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان،
دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلہ استثنا ہے اور نیز علاوہ اس تبائن کے جو بوجہ اختلاف
لوازم ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ منجملہ لوازم وجود ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصور
اور بالالتزام مستثنیٰ ہے بجمیع الوجوہ بین السماء والارض مماثلت ہونی چاہیے سو اس میں سے مماثلت
فی العدد اور مماثلت فی البعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم
ہوتی ہے جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ امام ترمذی اور امام
احمد باب بدء الخلق میں اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی میں کتاب التفسیر میں سورۂ حدید کی،
تفسیر میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے۔ وعن ابی ہریرۃ قال بینا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جالس واصحابہ اذ اتی علیہم سحاب فقال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہل تدرون ما ہذا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال
ہذہ العنان ہذہ روایات الارض یسوقہا اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ہل تدرون
ما فوقکم قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال فانہا الرقیع سقف محفوظ و موج مکفوف ثم
قال ہل تدرون ما بینکم و بینہا قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال بینکم و بینہا خمسمائۃ عام ثم
قال ہل تدرون ما فوق ذلک قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال سماءان بعد ما بینہما خمسمائۃ سنۃ
ثم قال ذلک حتے عد سبع سمٰوات ما بین کل سمائین ما بین السماء والارض ثم قال ہل تدرون ما فوق
ذلک قالوا اللہ و رسولہ اعلم قال ان فوق ذلک العرش و بینہ و بین [illegible] کبعد ما بین السمائین ثم قال ہل

اب اتنا ہی اقرار کریں بلکہ اس سے بھی بڑھکر انکار میں تو تکذیب رسول اللہ صلعم کا کھٹکا بھی تھا اقرار میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسیطرح اور زمینیں تسلیم کیجئے تو میں ذمہ کش ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ دقعت نہو گی نہ کسی آیۃ کا تعارض نہ کسی حدیث سے معارضہ رہا۔ اثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں سو جب انکار اثر مذکور میں باوجود تصحیح ائمہ حدیث یہ جرأت ہے تو اقرار ارضین زائدہ از سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ بریں بر تقدیر خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور میں قدر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ افزایش نہیں ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد ہو اور اس کا ایک شخص حاکم ہو یا سب میں افضل تو بعد اس کے کہ اس شہر کی برابر دوسرا ویسا ہی شہر آباد کیا جاوے اور اس میں بھی ایسا ہی ایک حاکم ہو سب میں افضل تو اس شہر کی آبادی اور اس کے حاکم کی حکومت یا اس کے فرد افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر اول کی حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائیگی اور اگر در صورت تسلیم اور چھ زمینوں کے وہاں کے آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہم سے زمانہ سابق میں ہوں تو باوجود مماثلت کلی بھی آپ کی خاتمیت زمانے سے انکار نہو سکے گا جو یہاں کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوات میں کچھ حجت کیجئے ہاں اگر خاتمیت بمعنے اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا مثبت خاتمیۃ ہے معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائیگا کہ یہ اثر شاذ بمعنی مخالف روایۃ ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ حسب مزعوم منکران اثر اس اثر میں کوئی علت غامضہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام بیہقی کا اس اثر کی نسبت صحیح لکھنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت غامضہ خفیہ قادح فی الصحۃ نہیں دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جانب خاتم النبیین ہے اور علت تھی تب بھی یہی تھی اگر اور کوئی آیت یا حدیث ایسی ہی ہوتی جس سے سات سے کم زیادہ زمینوں کا ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہ ہونا ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شذوذ یہ ہے مگر آج تک

حفظ الایمان، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ دیوبند صفحہ ۸ کا عکس

آئندہ صفحات میں مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب "حفظ الایمان" کے صفحہ ۸ کا فوٹو ہے، جس میں انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے متعلق بحث کرتے ہوتے لکھا ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب بالواسطہ کل ہوگا یا بعض، کل تو عقلاً محال ہے اور اگر بعض ہے تو ایسا علم ہر صبی (بچے)، مجنون (پاگل) حیوانات اور بہائم (چوپائیوں) کو بھی حاصل ہے، اس میں حضور علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہے؟"

ظاہر ہے کہ جب کل علم محال ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بعض علم کا ثابت ہونا تسلیم ہے، مگر سوال یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بعض علوم مان کر ان علوم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پاگلوں، بچوں، حیوانوں اور چوپائیوں کے ساتھ تشبیہ دینا کس مسلمان کو برداشت ہو سکتا ہے۔

جبکہ کوئی غیرت مند انسان اپنے باپ جیسے بزرگوں کے لیے مادی جسم کے لحاظ سے بھی حیوانوں اور چوپائیوں کے ساتھ تشبیہ کو گوارا نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ان کے روحانی کمال میں یہ تشبیہ گوارا کر لی جائے۔

جبکہ عرف اور محاورہ میں کسی معزز شخصیت کو حقیر چیزوں کے ساتھ اشتراک کے طور پر ذکر کرنا معزز شخصیت کی توہین قرار پاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مجلس میں جب یہ ذکر ہوا کہ نمازی کے آگے سے کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، تو حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا:

"تم نے ہمیں (عورتوں کو) کتے اور گدھے کے مشابہ کر دیا، تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے مساوی کر دیا۔"

(مسلم شریف ص ۲۱۸ جلد ۱)

اس واقعہ میں صرف جنس عورت کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا ہے، جبکہ کسی معزز شخصیت کا ذکر تو کیا، کسی شخص کا بھی ذکر نہیں ہے، مگر باوجود اس کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس انداز بیان کو عورتوں کی توہین قرار دیا۔

تابش قصوری

Scanned with CamScanner

ہر قسم کی کتب تصانیف علمائے دیوبند خریدتے وقت مولوی سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند یوپی کو یاد رکھیے

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حفظ الایمان

مع

بسط البنان

مصنفہ

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

جسکو

مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند نے

باہتمام خاص اپنے

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع کیا

ہر قسم کی درسی و غیر درسی کتب قرآن مجید حمائل مترجم و غیر مترجم قاعدے سیپارے ملنے کا پتہ: مولوی سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ

یہاں خاصیت دلیل جواز نہیں ۔ فافہم ولاتزل واللہ اعلم فقط

جواب سوال سوم ۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور ولو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی وامتی وربی کہنے سے نہی ۔ اسی وجہ سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہا بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا ناجائز نہ ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالی کے لئے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالی شانہ عالم الغیب نہیں نعوذ باللہ منہ ، تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمام بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے ۔ پھر اگر زید اس کا التزام کر لے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے دلائل نقلیہ بیشمار ہیں خود قرآن مجید میں آیت

براہینِ قاطعہ : مصنفہ، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی
مصدقہ، مولوی رشید احمد گنگوہی

خط کشیدہ عبارت : صفحہ ۵۵، جس میں پہلی عبارت :

"شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ۔"

اس عبارت میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ۔" (معاذاللہ)

حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس من گھڑت روایت کو نقل کرکے اس کا رد کیا ہے اور آخر میں "اصلے ندارد" فرمایا ہے کہ اس روایت کا کوئی ثبوت اور اصل نہیں، دیکھئے کتاب مدارج النبوۃ جلد ا ص ۷ :

"جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد ۔"

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کے آخری جملہ "اصلی ندارد" کو چھوڑ دیا اور مردود روایت کو حضرت شیخ کی طرف منسوب کر دیا ہے (مدارج النبوت کے متعلقہ صفحہ کا عکس ملاحظہ ہو ص ۵۲)

خط کشیدہ دوسری عبارت میں ہے :

"شیطان سے افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہو گا، معاذاللہ!"

اس عبارت میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنے مخالف مؤلف "انوار الساطعہ" کا رد کرتے ہوئے اس پر الزام دے رہے ہیں کہ مؤلف اپنے زعم میں بڑا اکمل الایمان ہے، تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر شیطان سے علم میں بڑا اور اعلم من الشیطان ہو گا ۔ انبیٹھوی صاحب نے شیطان سے افضل و اعلم ہونے کو گناہ سمجھتے ہوئے ساتھ ہی معاذاللہ کہہ دیا ۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کسی کا شیطان سے افضل و اعلم ہونا مولوی صاحب کو گوارا نہیں ۔ اسی لیے انہوں نے اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعتِ علم کی نفی کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور یہ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے ۔ لہٰذا شیطان اور ملک الموت کے لیے ایسا علم جو محیط روئے زمین ہو ماننا ضروری ہے ۔

اور پھر کہا کہ شیطان اور ملک الموت کے اس حال پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیاس نہ کیا جائے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے وسعتِ علم پر کوئی نص نہیں ہے، لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایسا علم

ماننا شرک ہے۔

اس بحث سے قطع نظر کہ شیطان کے لیے علم محیط رُوئے زمین کے اثبات پر کونسی نص قطعی ہے اور یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے یہی وسعتِ علمی شرک اور کفر کیسے ہوگی، جبکہ شیطان کے لیئے یہی وسعتِ علمی ثابت ہو۔ ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں شیطان کا ذکر کرنا اور پھر علمی کمال میں شیطان کو بڑھانا اور اس کے مقابلے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کمال میں نیچا دکھانا کیا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے ادبی ہے یا نہیں ؟

اس سے قبل براہینِ قاطعہ کے ص ۶ کا عکس ملاحظہ ہو۔ خط کشیدہ عبارت جس میں انہوں نے اللہ تعالےٰ کے لیئے امکانِ کذب کا قول کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ خلف وعید امکانِ کذب ہے۔ حالانکہ قیامت میں خلف وعید بالفعل متحقق ہے۔ جس سے ان کے نزدیک کذب بالفعل متحقق ہونا ثابت ہے۔

حالانکہ اللہ تعالےٰ سے بالفعل کذب کا صدور ماننا کفر ہے۔

نوٹ :- براہینِ قاطعہ کے ص ۶ - ۵۵ کے عکس میں یہ خیال رہے کہ صفحہ میں درمیانی خط کے نیچے براہینِ قاطعہ ہے۔ اور اوپر انوارِ ساطعہ۔

تابش قصوری

یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم

اے لوگو! بتحقیق آئی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے

الحمد للہ العلی الاعلیٰ کہ کتاب لاجواب ماحی رسوم وبدعا
دافع اوہام وظلمات محلی بنجوم لامعہ موشی بدلائل نافعہ اعنی

البراہین القاطعۃ ۱۳۸۲ھ

علی

ظلام الانوار الساطعۃ

الملقب

بالدلائل الواضحۃ

علی

کراہۃ المروج من المولود والفاتحۃ ۱۹۶۲ء

بامر حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف رأس الفقہاء والمحدثین تاج العلماء الکاملین جناب مولٰنا
رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

باہتمام۔ مختار علی ابن محمد علی

از

کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی انڈیا

لاکھوں کروڑوں درود اس امام رسل[۱] کی روح پرفتوح پر جس کے فیض تعلیم وہدایت سے ہر زندہ دل اپنے مردگان غمناک کی ارواح کو فاتحہ و درود سے راحت رساں ہو کر ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم

امابعد: اہل اسلام کو اپنی اس حالت نازک پر رونا چاہیے کہ اسلام ایک گل پژمردہ کی طرح سموم[۱] اختلافات بیجا سے آناً فاناً کمہلایا جاتا ہے اور عناد و فساد ایک تند باد شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اٹھا چلا آتا ہے نہ زبانیں سچی نہ سینے صاف سیکڑوں مفسد ہزاروں اختلاف کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عزاسمہ جس کی شان عالی یہ ہے من اصدق من اللہ حدیثا اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے

کر کے ممدوح کر کے داد چاہتا ہے اور برین فہم و دانش و علم چند جہلا کی تحسین پر اپنے جامہ میں نہیں سماتا چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعوے کی ہے لہذا خوب روشن ہو گیا اور مثل آفتاب نیمروز کے واضح ہوا کہ مؤلف اس کا مولوی عبدالسمیع رام پوری ہے جو میرٹھ میں بر مکان شیخ الٰہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اس نے ابتدائے طفلی سے رسائل مبتدعین[۲] کو جمع کر کے یہ ملکہ واہیہ بہم پہنچایا اور باوجود یکہ خدمت جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی ---------- اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم میں بہ بضاعۃ مزجاۃ علم بے فہم کی حاصل کی تھی ان کو بھی مع علماء متقدم و متاخر کے نشان سہام[۳] طعن و شتم بنایا اس وجہ سے زیادہ تر موجب ملال تعجب کا ہوا چونکہ جہلا[۴] ضلال اس کتاب پر ناز کرتے ہیں اور خود مؤلف بھی اس تار عنکبوت[۵] کو حصن حصین[۶] تصور کرتا ہے اس کی حقیقت جہل کر کشف[۷] کو ضروری جانا تا کہ مؤلف کو مبلغ اپنے علم و فہم کا واضح ہو جاوے اور ہر ناظر پر کیفیت مؤلف کی اور استعداد و لیاقت اس کی ہویدا ہو جاوے، اور اس رد انوار ساطعہ کا نام البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ رکھا گیا اور اس رد میں لفظ مؤلف سے مراد مولوی عبدالسمیع رام پوری ہو وے گا اور مجیب سے وہ عالم کہ جس کے جواب پر مؤلف نے بحث شروع کی ہے اور اس جواب میں مقاصد مضامین اس رسالہ کا ابطال اور حاصل مراد مؤلف کا قمع کیا گیا ہے اور اس کے الفاظ و عبارت کی اغلاط اور ہفوات و خرافات کا جواب اور سب طعن کا انتقام اور جملہ جملہ کا افساد و ابطال بسبب خوف و طوالت کے ترک کیا گیا ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ پس بغور ملاحظہ طلب ہے کہ مؤلف کے جملہ مطالب کو نیست و نابود اور جمیع قبائح و مفاسد کو باختصار تمام معائن[۸] و مشہور[۹] باذنہ تعالیٰ کر دیا گیا ہے کہ تھوڑی فہم والا بھی اس تالیف و مؤلف کی قدر پر مطلع ہو جاوے گا۔ واللہ ولی التوفیق وعلیہ الاعتماد و بیدہ ازمۃ الحق والتحقیق۔ قولہ کو کہہ رہا ہے کہ جناب باری عزاسمہ الخ اقول۔ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید یا جائز ہے کہ نہیں چنانچہ درمختار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاہر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لا یعد نقصا بل جودا وکرما الخ (خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے اشاعرہ اس کے قائل ہیں ------ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں) ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے پس اس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے ہاں حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کی مثل[۹] پیدا کرنے پر قادر نہ ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ کہا تھا۔ جیسا کہ اس شیخ دہم[۱۰] صدی کے مبتدعین نے کہا ہے اور عجز قادر مطلق کے مقر[۱۱] ہوئے اور ان اللہ علی کل شیئ قدیر کو کہ خلاف عقیدہ ٹھہرایا اس پر مؤلف کو افسوس اور عبرت نہ ہوئی پس یہ یاجراء لائق دید ہے کہ تمام امت کے خلاف حق تعالیٰ کے عجز پر عقیدہ ٹھہرا

رسالۂ خلاصہ

[۱] اختلاف کی آندھی [۲] اہل بدعت [۳] گالی گلوچ کے تیروں کا نشانہ [۴] گمراہ جاہل [۵] مکڑی کا جال [۶] مضبوط قلعہ [۷] ظاہر [۸] ظاہر

[۹] واضح [۱۰] تیرہویں صدی [۱۱] اقرار کرنے والے

اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات اور دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہیں، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، درمختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا انتہیٰ کلامہ. اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سنیئے، کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی سیر کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود رہتا ہے قاعدہ سے چاہیئے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالاں کہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاصہ مسلمان ہے پس اسی

حضرت خضر کو ملا اس سے زیادہ پر قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحرالرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے اور مؤلف خود اپنے زعم سے بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا معاذ اللہ، مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کس قدر دور از علم و عقل ہے، الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب

ـــــــــــــــــــــــ

۱؎ جس میں کسی کو فضیلت حاصل ہونے پر ملائکہ سے۔

۲؎ یعنی کہ شیطان سے بڑا عالم۔

وانچه بجانب یمین بود در حالت روزمره است و اکثر نظر آن حضرت صلی الله علیه وآله وسلم ملاحظه بود یعنی نظر کردن بگوشهٔ
چشم که در جانب صدغ است و آنکه در جانب بینی است آنرا موق وماق میگویند واین از غایت حیا و وقار بود چون التفات
میکرد وی بکلیت بکلیت است بتمام برمیگشت و در دیدن نظر دیگر دانیدن عنق اکتفا نمی نمود کما از عادت سبکساران و متکبران است
ونظر وی در پیش روی و پس پشت یکسان بود در احادیث صحیحه آمده است که مقتدیان را می گفت بسبقت مکنید از من در رکوع
وسجود که من می بینم شما را از پیش و پس یکسان پوشیده نیست بر من رکوع وسجود شما حقیقت این رویت را خدا داند که چگونه بود
حقیقت تمامهٔ احوال شریف آن حضرت صلی الله علیه وسلم این چنین است که کنه آن نتوان رسید و دعوی درک آن بکنه حکم
تاویل متشابهات دارد وانچه بقیاس عقل ونظر عام میتوان گفت برین تفصیل است که این رویت بصری است یا رویت قلبی
وبه تقدیر مخصوص است بحال صلوة که محل انکشاف تمام و موجب زدیاد و نور است یا عام است تمامهٔ احوال و اوقات
را واگر رویت بصری است همین چشم است که در سر است یا پروردگار تعالی قادر است که قوت بصریه در هر جزو بدن پیدا آورد
یا در ابصار آن حضرت بطریق اعجاز مقابله شرط نبود و بعضی گفته اند که در میان کتفین آن حضرت دو چشم بود مانند سوراخ
سوزن که ابصار می کرد بآن ودنی پوشید آنرا جامها یا خود این جماعه منطبع می شد در حایط قبله چنانچه در آئینه پس مشاهده
می کرد افعال ایشان را واین دو سخن غریب است اگر قدرت صحیح ثابت آید آمنا وصدقنا والا محل توقف است و گفته
اند که بسند صحیح ثابت نشده است واگر رویت قلبی مراد است پس آن علمیست بطریق وحی واعلام و کشف والهام گفته اند
که صواب آنست که چنانکه قلب شریف آن حضرت را صلی الله علیه وسلم احاطه و وسعتی در درک وعلم معقولات داده اند حواس
لطیف او را نیز احاطه در درک محسوسات بخشیده اند و جهات سته را در حکم یک جهت گردانیده اند والله اعلم واین جا اشکال می آرند
که در بعضی روایات آمده است که گفت آن حضرت صلی الله علیه وسلم که من بنده ام نمیدانم آنچه در پس این دیوار است
جوابش آنست که این سخن اصلی ندارد و روایت بدان صحیح نشده است واگر باشد گفتیم که آن انکشاف مخصوص بحال نماز
است واگر عام است موقوف باعلام الهی وخلق اوست علم را چنانچه در سائر مغیبات است و دلالت می کند بران حدیثی که
واقع شده است که یکباری ناقهٔ آن حضرت صلی الله علیه وسلم گم شد بعضی منافقان گفتند که محمد خبر از آسمان میدهد
ونمی یابد که ناقهٔ او کجاست چون این سخن منافقان بآن حضرت صلی الله علیه وسلم رسید گفت من بنده ام ونمی دانم مگر انچه
داناند مرا پروردگار من وبتحقیق همین گفت که بتحقیق راه نمود مرا پروردگار تعالی بران ناقه که وی در موضع است
چنین و چنین بند شده است مهار وی در درختی پس رفتند آنجا یافتند و چنانکه خبر داده بود پس آن حضرت صلی الله علیه
وسلم نمی یابد مگر انچه دریاباند مرا پروردگار تبارک تعالی خواه در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال آمامع شریف وی صلی الله
علیه وسلم در حدیث آمده است که آن حضرت صلی الله علیه وسلم گفت که من می بینم چیزی نمی بینید شما ومی شنوم چیزی که نمی
شنوید شما می شنوم اطیط آسمان را و اطیط آواز پالان و کجاوه شتر است و آواز شکم است و آواز شتر که مانند آن آواز گویند و فرمود سزاوار است آسمان را

مدارج النبوۃ
ج ۱
ص ۷
کا
عکس

صراطِ مستقیم

فارسی

یعنی

ملفوظات حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس اللہ روحہ

۱۲۱۱ھ ———— ۱۲۴۶ھ

جمع و ترتیب

- سید محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ
  م ۱۲۴۶ ہجری
- مولانا عبد الحئ بڈھانوی علیہ الرحمۃ
  م ۱۲۴۳ ہجری

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور ۲

صراطِ مستقیم

(فارسی) مکتبہ سلفیہ لاہور، ص ۸۶

مرتبہ مولوی اسماعیل دہلوی (اُردو) محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۲۶

مذکورہ صفحہ میں نشان زدہ عبارت کا مفہوم:

"نماز میں زنا کے وسوسے سے بیوی کے ساتھ مجامعت کے خیال کو بہتر اور حضور علیہ السلام کی طرف توجہ لگانے کو گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانے کے مقابلہ میں بدتر قرار دیا گیا ہے"
(نعوذ باللہ من ذالک)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں خیال آجانا یا نمازی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور کرنا ایسا معاملہ ہے کہ قرآن پاک یا نماز میں پڑھے جانے والے کلمات کے مفہوم کو سمجھنے والا ذی شعور نمازی اپنی نماز کے دوران، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور اور خیال سے بچ نہیں سکتا، بلکہ اس کے لیے یہ امر ناممکن ہے کہ عنوان کی تلاوت کرے اور معنون کی طرف خیال نہ جائے، لہذا ایسے نمازی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال کو ترک کرنے کی پابندی، تکلیف مالا یطاق ہے۔

اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو فرمایا: "صلوا کما رأیتمونی اصلی" یعنی نماز کی ادائیگی میں میری ادائیگی کا خیال رکھو۔ اس حدیث میں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خیال کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اس شرعی اور عقلی حقیقت کے باوجود بحث میں پڑے بغیر ہم جو عرض کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کیا مناسب ہے کہ زنا، مجامعت، بیل اور گدھے جیسی حقیر چیزوں کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا جائے۔

"صراطِ مستقیم" کی زیر بحث عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گدھے اور بیل کے ساتھ نہ صرف ذکر ہے، بلکہ یہاں تو صراحۃً مقابلہ کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دیا گیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

حالانکہ زنا اور بیوی کے ساتھ مجامعت کے خیال کو ذکر کرتے ہوئے یہ احتیاط برتی گئی ہے کہ یہاں ان دونوں کا مقابلہ بہتری میں کیا اور مجامعت کے خیال کو بہتر قرار دیا گیا۔

(صراطِ مستقیم کے فارسی اور اُردو ایڈیشن کے صفحات کا عکس ملاحظہ ہو)

تابش قصوری

Scanned with CamScanner

محل نمی شد بلکه آنهم منجملهٔ مکملات نماز میگردید زیرا که آن تدبیر از جملهٔ ملهمات حضرت حق در دل ایشان بوده بخلاف
کسی که خود متوجه تدبیر امری از امور دنیویه یا دینیه شود بر هر که آن مقام منکشف میشود میداند که این بمقتضای ظلمات

بعضها فوق بعض از وسوسهٔ زنا خیال مجامعت زوجهٔ خود بهتر است و صرف همت بسوی شیخ و امثال آن

از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندین مرتبه بدتر از استغراق در صورت گاو و خر خود است که خیال آن
با تعظیم و اجلال بسویدای دل انسان میچسپد بخلاف خیال گاو و خر که نه آنقدر چسپیدگی می بود و نه تعظیم بلکه مهان
و محقر می بود و این تعظیم و اجلال غیر که در نماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک میکشد بالجمله منظور بیان تفاوت مراتب وساوس
است آنسان را باید که آگاه شده بهیچ عائق از قصد حضوری حق منجمد و پس پا نگردد و غرض درین مقام علاج این محل
است بر ضعیفه فهم هر کس و ناکس تا برسد پس اگر وسوسه از قبیل قبیح ترین وساوس بود و پس خود بالتجای تمام حاکمه
هر چند هر خیر منوط بفضل الهی است لیکن در بعض چیزها اسباب ظاهری چندان دخل ندارد و حصول آن بر بود بفضل
الهی است و پس از همین قبیل است دفع این وساوس و بخدمت شیخ خود عرض نماید زیرا که مرشد از وی داناترین کار
است بر تدبیری مفید تر شاید آگاه سازد و دعا خواهد کرد و اگر وسوسه از طرف نفس است نه از طرف شیطان چنانکه سابق
مذکور است پس علاجش آن است که اگر مثلا در فرض ظهر پیش آمده بعد از فراغ از فرض و سنت در خلوت و تنهائی یکجا
جدا اینکه وسوسه بهمرسید شانزده رکعت بخواند اگر در تمام رکعات خیالات ممتد مانده بود و اگر در تمام رکعات خیالات
نمانده بعض بحضور و خالی از خیالات گزرانیده و بعض آن ملوث بآلودگی خیالات گشته پس مقابل هر رکعات
که در آن وسوسه شده چهار رکعت مقرره نموده بحساب آن بگزارد و تدارک نماز عصر بعد مغرب کند و تدارک مغرب
بعد آن و علی هذا القیاس عشا و تدارک فجر بعد طلوع آفتاب کند تا نفل نامشروع نشود و چون این کار بر نفس شاق است
البته از آن باز خواهد آمد و خود را باز خواهد داشت و چونکه نفس در کار حق تعالی بر آید شکر الهی بسیار بجا آرد و مدارات نفس و
مکافات آن بترفیه و آرام دادن و خواهش او بموجب شرع بوی رسانیدن بعمل آرد و اگر تهجد از ملتزم آن بسبب
تسویل نفسانی یا شیطانی قضا شود صباح آن روزه دارد و اگر در روزه مخلی از مخلات شرعیه نفس و شیطان بسوی
کار آرند تنبیه آن شب بیداری همه شب با آن روزه پیوسته است میباید شد تا چون نفس از خود مایوس شود
نفس را شریک غم خود می سازد تا بدعای او در آید و تنبیه و تادیب نفس هم شیطان هم از شرارت باز می ماند بلکه

مدعا کا ملا دینا مخلص لوگوں کے خلوص کے مخالف ہے اور خود بخود مسائل کا دل میں آ جانا۔ اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضورِ حق میں مستغرق با اخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں پس یہ ان کے حق میں ایک ایسا کمال ہے کہ مثال کے موقعہ پر مجسم ہو گیا ہے اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے۔

ہاں حاجتمندوں کی وہ دعائیں جو با کمال نیازی سے پروردگار بے نیاز کی بارگاہ میں حاجت روائی کے منحصر ہونے کے اعتقاد کے باعث عین نماز میں صادر ہوتی ہیں اسی قبیل سے ہیں یعنی نماز کے لئے کمال ہے گو وہ قلیل حاجتیں معاش ہی کے متعلق ہوں اور اپنی حاجتوں کے بارہ میں نفس کے ساتھ مشورے کرنا قبیح وسوسوں اور نماز کے نقصان میں سے ہے اور جو کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نماز میں سامان لشکر کی تدبیر کیا کرتے تھے سو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز کو تباہ نہ کرنا چاہیئے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ❊ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(یعنی پاک لوگوں کے کاموں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اگرچہ شیر و شیر (دودھ) لکھنے میں ایک ہیں)

حضرت خضر علیہ السلام کے لئے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کو مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لئے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے کا ذریعہ ہو جاتی تھی اس لئے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہٗ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے ہاں بمقتضائے

ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ❊ اندھیرے ہیں جو ایک دوسرے میں بعض سے بعض اوپر ہیں۔

زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔

سبحانہ وتعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً

بحمد اللہ الکریم المنعام در بین ایام سعادت التیام رسالۂ نادرہ مجادلۂ نافعہ

مشتمل بر دلائل عموم قدرت باریتعالیٰ عز اسمہ المسمّیٰ بہ

الجہد المقل

فی تنزیہ

المعز والمذل

تالیف منیف و تصنیف شریف علامۂ زمان حضرت مولانا محمود حسن صاحب

مدرس مدرسہ دیوبند

باہتمام العبد المبتلو بالبلوی محمد المدعو بہ تیجی

قد طبع فی المطبع البلالی الواقع فی ساڈھورہ

ضلع انبالہ

قیمت فی جلد چار آنے ۴؍

"یک روزہ" صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان، مصنفہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی

"الجہد المقل" صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ مکتبہ بلالی، ساڈھورہ مصنفہ مولوی محمود الحسن دیوبندی

جھوٹ اور کذب ایسی بُرائی ہے جس کے قبیح ہونے پر تمام ملتیں متفق ہیں، اسی لیے اس کو قبیح لذاتہ قرار دیا گیا ہے، مگر علماء دیوبند مولوی محمد اسماعیل کی تقلید میں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ کا القاء کر سکتا ہے۔

اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب بندہ جھوٹی بات کرنے پر قدرت رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو بھی یہ قدرت حاصل ہونی چاہیے، ورنہ بندہ کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔

حالانکہ تمام امت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ کذب، نقص اور عیب ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور عیب اور نقص کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، جبکہ بندہ کے لیے نقص اور عیب محال نہیں۔

تابش قصوری

(الجہد المقل اور یک روزہ کے متعلقہ صفحات کا عکس ملاحظہ ہو)

ہے کہ معتزلہ صرف کلام لفظی کو کلام باری کہتے ہین کیونکہ کلام نفسی کے تو صریح منکر ہی ہین تو اب خلاصہ یہ ہوا کہ کلام لفظی باز قبیل افعال ہے نہ از قبیل صفات تو جس صدق و کذب کو اوسکی صفۃ کہا جاتا ہے وہ بالبداہتہ صفت فعلی ہوگی نہ صفۃ ذاتی ہمارا مطلب اس موقعہ مین فقط یہی ہے کہ صدق و کذب مذکور صفات فعلیہ مین سو وہ تو بحمد اللہ ثابت و ظاہر ہوگیا مگر دو باتین ہمارے مفید مدعا عبارت مذکورہ سے اور معلوم ہوگئین اول تو یہ کہ صدق و کذب مذکور کے ثبوت امتناع کے لئے جو کہ صفات فعلیہ مین داخل ہے قبیح و ہو سبحانہ لا یفعل القبیح سے استدلال کرنا معتزلہ کا مشرب ہے دوسرے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ امر مسلک اہل سنت کے خلاف اور باطل ہے چنانچہ میر صاحب کا وہو بناء علی اصلہم و مستعرف بطلانہ فرمانا اسکے لئے دلیل شافی ہے سو یہ دونون باتین یاد رکھنے کے قابل ہین۔

مقدمہ ہفتم

امر ہفتم یہ ہے کہ صدور قبایح اور قدرت علی القبایح مین زمین آسمان کا فرق ہے امر اول کو عند اہل السنتہ بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے تو امر دویم مسلمات مین سے ہے سب جانتے ہین کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہین آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہین کیونکہ خرابی ہے تو اون کے صدور مین ہے نفس مقدوریتہ مین اصلا کوئی خرابی لازم نہین آتی اگر ہوتا ہے تو کمال قدرۃ ثابت ہوتا ہے بلکہ امور مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے مین عموم قدرۃ علی الممکنات جو داخل کمال اور مسلمات اہل سنت مین سے ہے باطل ہوجائیگا کتب عقاید مین قدرتہ تعالیٰ یعم سایر الممکنات اور کل ممکن مقدور۔ موجود ہے ادہر امکان کو مصحح مقدوریتہ کہنا سبکا قول ہے پہر صورت مقدوریتہ قبایح مین مواد ثلثہ مذکورہ امتناع ذاتی مین سے کسی کا تحقق لازم نہین آتا تو اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالیٰ شانہ سے کیونکر خارج کہہ سکتے ہین البتہ جو امور ایسے ہون کہ اونکے امکان صدور سے انفکاک ذات عن نفسہا یا انفکاک لوازم ذات لازم آئے جیسے اکل و شرب وغیرہ تو اونکو اگر قدرت قدیمہ سے خارج مانئے تو حق ہے کما لا یخفی علی اللبیب بالجملہ قبایح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب اہل سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغیر اونکے تحقق و فعلیہ صدور کے کبھی نوبتہ نہین آسکتی جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ قبایح تحت القدرۃ داخل ہوکر بوجہ حکمت و عدل و تقدس ممتنع الوقوع ہین یہ ہرگز نہین کہ امور

امتناع ذاتی کا دعوی کیا جائے بلکہ امرین مذکورین احقر مین سے کسی ایک طریقہ سے امتناع ذاتی کا ثبوت
فرمانا ضرور ہے یعنی یا تو یہ امر محقق ہونا چاہیے کہ درصورت کذب کلام لفظی انفکاک ذات یا لوازم ذات
عن ذات الملزوم ثابت ہوتا ہے ورنہ یہ کسی دلیل سے معلوم ہوجائے کہ کذب مذکور قدرت قدیمہ سے
فی حد ذاتہ خارج ہے اور بالنظر الی القدرۃ ممتنع التحقق ہے کسی دوسری صفت مثل حکمت و عدل وغیرہ
کی وجہ سے ممتنع نہین اور اگر دلیل عقلی ہو تو یہ ضرور ملحوظ رہے کہ درصورت کذب کلام لفظی ذات باریتعالی
مین کوئی تغیر اور نقصان لازم آتا ہے یا صفات ذاتیہ مین یا صفات اضافیہ فعلیہ مین جب تلک اس امر کی
تعیین نہوگی محض لزوم نقص مطلق سے فریق ثانی کا مدعا یعنی امتناع ذاتی ثابت نہوسکیگا کیونکہ حسب
معروضہ سابق نقص فی الصفات الذاتیہ کا اور حکم ہے اور نقص فی الافعال کا دوسرا حکم ہے نقص
اول ممتنع بالذات ہے تو نقص ثانی ممتنع بالغیر اسکے سوا یہ بھی ملحوظ رہے کہ کذب کلام نفسی کے ممتنع ہونے
کی وجہ سے کلام لفظی کا امتناع ثابت کرین تو یہ بھی بیان فرماوین کہ ہر دو معنی مذکورہ کلام نفسی مین سے
کون سے معنی مراد ہین اور اون معنی مین امتناع کذب کیسا ہے ذاتی یا بالغیر انشاء اللہ بعد جملہ امور ملحوظ رکھنے
تو جملہ استدلالات و اعتراضات فریق ثانی کا ابطال و لغویۃ ثابت ہو جائیگی عقلیہ ہون یا نقلیہ کما سیاتی
مفصلا اماتی یہ امر سب پر روشن ہے کہ جو حضرات قضیہ غیر مطابق للواقع کو مقدور باری فرماتے ہین
اونکا یہ مطلب ہے کہ باوجود انکشاف واقع اور ادراک عدم مطابقت قضیہ غیر واقعی کا عقد و اصدار قدرت
باری جل سلطانہ مین داخل ہے یہ مدعا ہرگز نہین کہ بسبب عدم انکشاف واقع امر غیر واقعی کو واقعی سمجھکر جس کو
بعینہ جہل کہئے قضیہ غیر واقعی کا عقد و تنزیل مقدور باری ہے و نعوذ باللہ بعید کما لا یخفی علی من کان لہ
قلب او القی السمع و ہو شہید یعنی مثلاً حالت قعود زید مین جناب باری کو اوسکے قعود کا علم تام ضروری
ہے اور قضیہ زید قایم کے خلاف واقع ہونیکا بھی پورا پورا انکشاف ہے مگر باوجود اسکے بالقصد والاختیار
جملہ زید قایم کا منعقد فرمانا اور لباس حروف و الفاظ عطا کرکے ملایکہ و عباد پر نازل کردینا اور استعمال کی قدرت
قدیمہ مین داخل ہے یہ نہین کہ حالت قعود زید مین بسبب عدم علم و غلطی انکشاف اوسکو قایم سمجھکر جملہ
زید قایم فرمادینا ممکن ہے جسکو صریح کذب فی العلم یعنی جہل کہنا چاہیے اسکی امتناع ذاتی مین کسکو کلام ہے
خلاصہ یہ نکلا کہ ما بہ النزاع بین الفریقین امکان کذب فی الکلام اللفظی ہے امکان کذب فی العلم
ہرگز نہین۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ إِنَّمَآ أَمْرُهٗٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اور جس نے آسمان اور
زمین پیدا کئے ہیں۔ کیا وہ اس پہ قادر نہیں کہ ان
جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے۔ ضرور وہ قادر ہے اور وہ بڑا
پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اسکا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے
کہ ہو جا بس ہو جاتی ہے

یک روزہ

فارسی

از تصنیف

حضرت مولینا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رح

ناشر

فاروقی کتب خانہ بکسیلرز پبلشیرز ملتان

تعداد اشاعت ایک ہزار — مطابق کتابت قلمی — قیمت ۳/- روپے
صدیقیہ پریس ملتان

اقول۔ اگر قول بہ وقوعِ مثلِ مذکور تجویز کذبِ مسطور ست معاذ اللہ من ذالک
و اما قول با مکانِ مثلِ مذکور پس مستلزمِ امکانِ کذبِ مسطور نیست۔ علاوہ بریں
قول کہ بہ امکانِ مثلِ مذکور بایں وجہ ہم مے تواند شد کہ اصلاً اختیارِ عدم وقوع از انس واقع
نمے شد و عدم اختیار بعدم وقوعِ مثلِ مذکور بل بہ عدم اختیار بقرآن مجید را ست از اصل
ممکن نیست داخل تحتِ قدرتِ الٰہیہ کما قال اللہ تعالیٰ عز و جل قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُ
عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ؛ و نیز بعد اختیار ممکن است کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس
قول بامکانِ وجودِ مثل اصلاً منتج بہ تکذیب نص از نصوص نگردد و سلبِ قرآنِ مجید بوصفِ
انزال ممکن ست داخلِ قدرتِ الٰہیہ کما قال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا
إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۔

قولہ ۔ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال ۔

اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحتِ قدرتِ الٰہیہ داخل نیست
پس لا نسلم کہ کذبِ مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ مواقع و القائے
آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرتِ انسانی ازید
از قدرتِ ربانی باشد چہ عقدِ قضیہ غیر مطابقہ للواقع و القائے آں بر مخاطبین در قدرت
اکثر افرادِ انسانی ست۔ کذب مذکور را منافی حکمت او ست پس ممتنع بالغیر ست۔
نیز عدم کذب را از کمالاتِ حضرتِ حق سبحانہ مے شمارند و در اجل شانہ باں مدح مے
کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نے کنند۔ و نیز ظاہر ست

که صفت کمال همیں که شخصے که قدرت بر تکلم کذب بهم دارد - و بنا بر رعایت [illegible]
حکمت تنزه از ملوث کذب تکلم به کلام کاذب نمی نماید همان شخص ممدوح می گردد
به سبب عیب کذب و اتصاف به کمال صدق بخلاف کسے که لسان او ماؤف شده
باشد و تکلم به کلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکره او فاسد شده باشد که عقد قضیه غیر
مطابقه واقع نمی تواند کرد - یا شخصے که هر گاه کلام صادق مے گوید کلام مذکور از و صادر
مے گردد - و هر گاه اراده تکلم به کلام کاذب مے نماید آواز او بند مے گردد یا زبان او ماؤف
مے شود - یا کسے دیگر دهن او را بند مے نماید یا حلقوم او را مے فشرد یا کسے چند قضایائے
صادقه را یاد گرفته است و اصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد - بنا بر علیه
کلام کاذب از و صادر نمی گردد - ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح نیستند -

و بالجمله عدم تکلم بکلام کاذب ترفعاً من عیب الکذب تنزهاً من التلوث بر از
صفات مدح ست و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب بیچگونه از صفات مدائح نیست [illegible]
مدح آں بسیار ادون است از [illegible] -

قوله الکبری دلیل الخ

اقول - ایں دلیل کبرای قیاس اول ست یعنی هر چه ممتنع است داخل تحت
قدرت الٰهیه نیست -

مخفی نماند که اگر مراد از لفظ ممتنع درین مقام ممتنع ذاتی ست پس ایں مقدمه مسلّم
ست اما مفید نیست زیرا که وجود مثل مذکور ممتنع ذاتی نیست تا در کلیه کبری مندرج گردد

رسالہ الامداد : مطبوعہ تھانہ بھون ، صـــ ۳۴/۳۵

اشرف علی تھانوی کو کون نہیں جانتا۔ آپ کے زمانے میں

آپ کے ملفوظات وافادات پر مبنی "الامداد" نامی ایک پرچہ تھانہ بھون سے شائع ہوا کرتا تھا اس کے صفر المظفر ۱۳۳۶ھ کے شمارے میں حضرت کے ایک مرید کا حال اور حضرتؒ کا جواب اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ "مرید صادق خواب میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہے، لیکن محمد رسول اللہ کی بجائے اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے۔ غلطی کا احساس کر کے صحیح پڑھنا چاہتا ہے، مگر زبان سے وہی کلمات سرزد ہوتے ہیں، اتنے میں نیند سے بیدار ہو جاتا ہے اور بیداری کی حالت میں درود شریف پڑھنا چاہتا ہے، مگر زبان سے اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی نکلتا ہے۔"

مرید صادق اپنی یہ کیفیت اور حال مرشد کی خدمت میں لکھتا ہے۔ صاف اور سیدھی بات تھی کہ اسے ان کفریہ کلمات سے توبہ کی تلقین کی جاتی، مگر اس ظلم کی فریاد کس کے سامنے کی جائے کہ حضرت تھانوی مسندِ افتاء اور سجادۂ طریقت سے اسے جواب دیتے ہیں،

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو، وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"

اگر اسے بچانا ہی مقصود تھا، تو اسے بے خود مغلوب الحال قرار دیا جاتا۔

اہل صحو و تمکین نے بھی حالتِ بے خودی و حالتِ سکر میں تو انا اللہ یا انا الحق کو بھی درمیانی منزل قرار دیتے ہوئے پسند نہیں کیا، مگر یہ عجیب بزرگ ہیں کہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور اللھم صل علی نبینا و مولانا اشرف علی ایسے صریح کفریہ کلمات کو پسندیدہ قرار دے رہے ہیں۔

تابش قصوری

ملاحظہ فرمایئے "الامداد" کے صفحات :

Scanned with CamScanner

رجسٹرڈ نمبر ۱۲۷

۷۸۶

کان اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

امتثالا للآیہ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادتِ علوم و امداد و للحدیث کہ دال ست بر مندوبیت تجدید:

فصل دار شاد صحیفہ شہریہ ملقبہ بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ خمسہ مسلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات و خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات مسلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ است بار جل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب صحیفہ مشیر ست بہ تبرک بنام نامیش نیز خاصۃ الاشتات از تحقیقات او دیگر اہل فضل

عدد (۸)	بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳٦ھ ہجری	جلد (۲)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

داعی ہوتا ہے بعض اوقات حدود شرعیہ کا خیال بھی نہیں رہتا ایسا شخص مشابہ حضرت صدیق اکبرؓ کے اُس حال کے ہے جب تک وہ اسلام نہ لائے تھے کہ اُس وقت بھی وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے تھے مگر محض محبت طبعیہ سے نہ کہ حمیت شرعیہ سے بس خواب میں ایسے خادموں کی حقیقت بتلائی گئی اس خواب میں جز و مہتم بالشان یہی تھا باقی ظاہر ہے والسلام

۲۰ر شوال ۱۳۳۵ھ -

سوال - اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھکو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اسلئے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولنا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے اس سے یہ غرض تھی کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں اُن کو بلا وجہ ترجیح دی جائے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو ۷۲
تو اسمیں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں (۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز جان ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں (۳) ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لئے اُن سے اور بھی محبت ہو گئی دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ الامداد اور حسن العزیز ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو اُن مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھکو دیکھنے کے واسطے دئے الحمد للہ جو لطف اُن سے اٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھدیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اسلئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر ۴۳
دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال جناب مخدوم ومنا دمولانا عم فیضہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کا بڑا نواسہ مولوی ..... صاحب مرحوم کا لڑکا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل مفیدہ دینیات میں تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ سے

تقویۃ الایمان : مصنفہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی ص ۱۰، ۲۸، ۳۸، ۳۹-۴۲

ص ۱۔ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

ص ۲۱۔ "جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

" ۳۸۔ "انبیاء، اولیاء ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔"

" ۳۹۔ "حضور علیہ السلام گنوار کی بات سُن کر مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔"

" ۴۲۔ "انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو، وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کی جائے۔"

" ۴۲۔ "یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس اندازِ بیان کو کیا کہا جائے گا؟ ہمارا اختلاف ہی اس بات پر ہے کہ یہ حضرات حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات کرتے ہوئے ٹھہر کر سوچیں تو بجائے خود الفاظ کے استعمال میں اتنی رعایت بھی نہیں برتتے جتنی وہ اپنے اساتذہ کے لیے برتتے ہیں۔ اگر یہ اندازِ بیان گستاخانہ نہیں ہے، تو پھر ہمیں گستاخی کی تعریف بھی نئی وضع کرنی پڑے گی۔

ملاحظہ فرمائیے "تقویۃ الایمان" کی عبارات کا عکس،

تابش قصوری

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

فتوے دربارہ تقویۃ الایمان

عقائد نامہ ... عبدالحق محدث دہلوی منظوم

تقویۃ الایمان

باہتمام سید عبدالعلیم اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب
مالکان
مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ
لاہور طبع گردید

(آفتاب عالم پریس لاہور)

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ، پوسٹ بکس ۲۸۸ لاہور

اور ایک تقصیریں اس ڈھب کی ہیں کہ جن میں بغاوت نکلتی ہے جیسے کسی امیر یا وزیر یا چودھری قانون گو کو یا چوہڑے چمار کو بادشاہ بنا دے یا اس کے واسطے تاج و تخت تیار کرے تاکہ اسکے تئیں ظل سبحانی بولے یا اسکے تئیں بادشاہ کا مجرا کرے یا اسکے لیئے ایک دن جشن کا ٹھہرا دے اور بادشاہ کی طرح نذر دیوے یہ تقصیریں سب تقصیروں سے بڑی ہیں اسکی سزا مقرر اسکو پہونچتی ہے اور جو بادشاہ اس سے غفلت کرے اور ایسوں کو سزا نہ دیوے اسکی بادشاہت میں قصور ہے چنانچہ عقلمند لوگ ایسے بادشاہ کو بے غیرت کہتے ہیں سو اس مالک الملک شاہنشاہ غیور سے ڈرنا چاہیئے کہ پرلے سرے کا زور رکھتا ہے اور ویسی ہی غیرت سو وہ مشرکوں سے کیونکر غفلت کریگا اور کس طرح انکی سزا نہ دیگا اللہ سب مسلمانوں پر رحمت کرے اور انکو شرک کی آفت سے بچاوے۔ آمین قال اللہ تعالے وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ترجمہ: اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ لقمان میں جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو کہ اے بیٹے میرے مت شریک بنا اللہ کا بیشک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے **ف** یعنی اللہ صاحب نے لقمان کو عقلمندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل کو دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی اور یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے ایسی ہی عقل کی راہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے اسواسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے سو اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اسکی بے ادبی ہے وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ؕ ترجمہ: اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اسکو یہی حکم بھیجا کہ بیشک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری **ف** یعنی جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اسکے سوائے کسی کو نہ مانے اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شرعوں میں ہے سو یہی راہ نجات کی ہے اسکے سوائے اور سب راہیں غلط ہیں۔ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰے عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْٓءٌ ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب الریاء میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہ نے کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں بڑا بے پروا ہوں ساجھیوں میں ساجھے سے کوئی کرے کچھ کام کہ ساجھی کرے اسمیں میرے ساتھ اور کسی کو سو میں چھوڑ دیتا ہوں اسکو اور اسکے ساجھے کو اور میں اس سے بیزار ہوں **ف** یعنے جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں سو میں یوں نہیں کرتا

حرام ہو بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ گاؤ سید احمد کبیر کی ہے یا یہ بکرا شیخ سدو کا ہے سو وہ حرام ہو جاتا ہے پھر کوئی جانور مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے ولی کا یا نبی کا باپ کا یا دادے کا بھوت کا یا پری کا سب حرام ہے اور ناپاک کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ ترجمہ اور کہا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ یوسف میں کہ حضرت یوسفؑ نے قید خانہ میں اور قیدیوں سے کہا اے رفیقوں قید خانے کے کیا کئی مالک جدے جدے بہتر ہیں یا اللہ ایک زبردست نہیں مانتے ہو تم ورے اسکے مگر کئی ناموں کو کہ ٹھہرائے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے انکی کچھ سند نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اسکے سوائے مت مانو یہی ہے دین مضبوط مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ف یعنے اول تو غلام کے حق میں کئی مالک ہونے بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک زبردست چاہئے کہ سب مراد اسکی پوری کر دے اور سب کاروبار اس کے بنا دے اور دوسرے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ مینہ برسانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور دانہ اگانا کسی اور کے اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تندرستی کوئی اور پھر آپ ہی ان کے نام ٹھہرا لیتے ہیں فلانے کام کے مختار کا نام یہ اور فلانے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان ناموں کو وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری ہوتی ہے حالانکہ وہ سب محض اپنے غلط خیالات میں ہیں کچھ انکی حقیقت نہیں وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی اور نہ کسی کا یہ نام اگر کسی کا یہ نام ہے تو اسکو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں سو سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مالک اور مختار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جسکا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سو ایسا شخص کہ اسکا نام محمد یا علی ہو اور اسکے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں بلکہ محض اپنا خیال ہے سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا اور کسی کا حکم اسکے مقابل معتبر نہیں بلکہ اللہ نے تو ایسے خیال باندھنے سے منع کیا ہے اور وہ کون ہے کہ اس کے کہنے سے ان باتوں کا اعتبار ہووے یہی اصل دین ہے کہ اللہ ہی کے حکم پر چلئے اور کسی کا حکم اسکے مقابل میں ہرگز نہ مانئے لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے تو اللہ کے پہونچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے سو جو کوئی کسی امام کے یا مجتہد کے یا غوث و قطب کے یا مولوی و مشائخ کے یا باپ دادوں کے یا کسی بادشاہ و وزیر کے یا پادری و پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم کو

اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اسکی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت ہے وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کے اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کر ڈالتا ہے وہ کسی کے روبرو سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اُس کے سامنے کسی کام کا مختار بن کے بیٹھے سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اُس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بیحواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے پھر کیا کہیئے ان لوگوں کو کہ اُس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دو برس بڑا ہوں کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اُس کو نہ دیکھوں۔ اور کسی نے یہ بیت کہی ہے **بیت** دل از مہر محمد ریش دارم ؛ رقابت ہا خدائے خویش دارم۔ اور کسی نے یوں کہا ع باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار اور کوئی حقیقت محمدی کو حقیقت الوہیت سے افضل بتاتا ہے، اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے کیا اچھی بیت کہی ہے کسی شاعر نے **بیت** از خدا خواہیم توفیق ادب ؛ بے ادب محروم گشت از فضل رب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اُس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یعنے اے شیخ عبد القادر دو تم اللہ کے واسطے یہ لفظ نہ کہا چاہیے ہاں اگر یوں کہے یا اللہ کچھ دے شیخ عبد القادر کے واسطے تو بجا ہے غرض کہ ایسا لفظ منہ سے نہ بولے کہ جس سے کچھ تو شرک کی یا بے ادبی کی آوے کہ اُسکی بہت بڑی شان ہے اور بڑا بے پروا بادشاہ ہے ایک نکتہ میں پکڑ لینا اور ایک نکتہ میں نواز دینا اسی کا کام ہے اور یہ بات محض بیجا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اُس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا اس کام کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور نہ بادشاہ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِکُمْ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ۔ **ترجمہ** مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عمرؓ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ تمہارے ناموں میں اچھا نام عبد اللہ و عبد الرحمن ہے **ف** یعنے عبد اللہ کے معنے بندہ اللہ کا اور عبد الرحمن کے معنے بندہ رحمن کا سو اسی میں داخل ہے عبد الخالق خدا بخش اللہ دیا اللہ داد غرض جس نام میں اللہ کی طرف نسبت نکلے خصوصاً اللہ کے ویسے نام کا ذکر ہو کہ اور کسی کو نہیں بولتے اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیْ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ لَمَّا وَفَدَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهٖ سَمِعَهُمْ یَکْنُوْنَهٗ بِاَبِی الْحَکَمِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ

ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی **ف**
یعنے انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اسکے بڑے بھائی کی سی
تعظیم کیجیے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیا و انبیاء
امام و امام زادہ پیر و شہید یعنے جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز
اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم
اُنکے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ خدا کی سی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعضے بزرگوں
کو بعضے درخت اور بعضے جانور مانتے ہیں چنانچہ بعضے درگاہوں پر شیر حاضر رہتے ہیں اور بعضے پر ہاتھی اور بعضے
پر بھیڑیئے مگر آدمی کو اسکی کچھ سند نہ پکڑنی چاہیے بلکہ آدمی ویسی ہی تعظیم کرے کہ اللہ نے بتلائی ہو اور شرع میں
جائز ہو مثلاً قبروں پر مجاور بننا شرع میں نہیں بتایا سو ہرگز نہ بنے۔ اور کسی کی قبر پر کوئی شیر رات دن بیٹھا رہتا
ہو تو اس کی سند نہ پکڑے کہ آدمی کو جانور کی ریس نہ کرنی چاہیے اَخْرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ عَنْ قَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ
قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَ
اَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ
اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا **ترجمہ** مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد
نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں
کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجیے
اُن کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں
کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو ہم بہت لائق ہیں کہ سجدہ کریں ہم تم کو تو فرمایا مجھ کو بھلا خیال
تو کرو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا کہ مت کرو **ف**
یعنے میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوں سجدہ تو اسی
پاک ذات کو ہے کہ نہ مرے کبھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجیے نہ
کسی مُردہ کو نہ کسی قبر کو کیجیے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو
کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار پھر مر کر خدا نہیں بن گیا ہے بندہ ہی بندہ ہے اَخْرَجَ
مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ
عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ كُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ وَكُلُّ نِسَاۗئِكُمْ اِمَاۗءُ اللّٰهِ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهٖ
مَوْلَايَ فَاِنَّ مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ **ترجمہ**
مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ ابوہریرہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ کوئی

فتاویٰ رشیدیہ : مرتبہ مولوی رشید احمد گنگوہی

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے سوال پوچھا جاتا ہے :

سوال : "ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں ؟"

جواب : "درست ہے۔"

آگے پوچھا جاتا ہے :

سوال : ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے، مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں ؟"

جواب : "اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے۔"

اسی فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸ پر دو سوال اور پوچھے جاتے ہیں۔ یہ سوال و جواب بھی پڑھیے، مگر قسم ہے آپ کو پیدا کرنے والے کی، محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے گھرانے کی محبت اور حرمت کا پاس رکھتے ہوئے پڑھیے :

سوال : "محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی، نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت و دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں ؟"

جواب : "محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا یا چندہ سبیل و شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔"

آگے پوچھا جاتا ہے :

سوال : "جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو، جائز ہے یا نہیں ؟"

جواب : کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے۔"

پھر دریافت کیا جاتا ہے :

سوال : "انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں ؟"

جواب : "انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔"

مسلمانو! خدا کے لیے یہ تو بتاؤ کہ یہ کون سی شریعت ہے جس میں ہولی، دیوالی کی چیزیں جائز، اور محرم کی سبیل ناجائز، جس میں ہندو کے سودی کاروبار کی رقم کی پیاؤ درست، مگر مولود کی شیرینی حرام۔

غضب خدا کا! شہادتِ امام حسین علیہ السلام کا بیان صحیح روایت سے بھی جائز نہیں ہے۔ یہ کہیں اس دور کے مفتی تو نہیں جس دور میں اہلِ بیت کا ذکر فتوے کی رُو سے ناجائز قرار دے دیا گیا تھا۔ اہلِ بیت اطہار کے فضائل و مناقب سے احادیث کی کتابیں بھری ہوئی ہیں، خود قرآن کریم میں بھی بیان ہوتے ہیں۔ آلِ نبی کی محبت شروع ہی سے مسلمان قوم کے ایمان کا جزو رہی ہے۔ واعظین و خطباء ہر دور میں آلِ نبی کے ذکر کے ذریعے خیر و برکت حاصل کرتے رہے ہیں، مگر رشید احمد گنگوہی ہیں کہ سرے سے ہی ان کا نام نہیں لینے دیتے۔ کیوں آخر ان کا قصور کیا تھا؟ یہی کہ ان کے جدِ امجد حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں توحید سے آشنا کیا، انسانیت سے آگاہی بخشی اور آج ہم مفتی اور شیوخ الحدیث کے مناصب پر بیٹھنے کے قابل ہوئے یا یہ کہ انہوں نے راہِ حق پر اپنا سب کچھ قربان کر کے ملتِ اسلامیہ کی آبرو رکھ لی۔ اگر اسلامی تاریخ سے حسینی کردار کو منہا کر دیا جائے، تو ہمارے پاس کونسی روشنی اور مینارِ حق ہے جسے نمونہ بنا کر ہم ہر دور کے یزیدوں سے پنجہ آزمائی کا جواز نکال سکتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے جدِ امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا بدلہ خوب چکایا ہے کہ ہمارے مولانا نے ان کے ذکر پر ہی کرفیو لگا دیا۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

اور آگے آپ نے غور فرمایا کہ اگر کسی میلاد کی محفل میں قیام نہ کیا جائے اور بیان بھی صحیح روایات پر مبنی ہو تو اس میں حاضری جائز ہے یا نہیں، فرمایا نہیں نہیں، کسی محفلِ میلاد میں جانا جائز نہیں، چاہے کتنی ہی پابندیوں کے ساتھ بھی کیوں نہ ہو رہی ہو۔ ذکرِ حسین علیہ السلام ہی کی کیا بات ہے، یہاں خود ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ بھی صاف ہو گیا۔

میلادِ پاک کی مُبارک محفلیں شروع ہی سے اہلِ اسلام کے ہاں خیر و برکت اور باعثِ لطف و سرور رہی ہیں۔ خود مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ "ہفت مسئلہ" دیکھ لیجیے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے: "مَیں ہر سال میلاد کی محفل منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لذت محسوس کرتا ہوں"۔ پیر کا عمل یہ ہے، مگر مرید فرماتے ہیں کہ "صحیح روایات سے بھی میلاد جائز نہیں"۔

اب یہ فیصلہ قارئین کرام کریں کہ ذکرِ حسین اور میلاد کی محفلوں پر تالے ڈلوانے کی مہم محمد و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و نسبت کی دلیل ہے یا کچھ اور؟

ملاحظہ فرمایئے "فتاویٰ رشیدیہ" کے متعلقہ صفحات کا عکس؛ تابش قصوری

Scanned with CamScanner

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

فتاویٰ رشیدیہ

کامل مبوب

حضرت مولانا الحاج الحافظ
رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

ناشران:
محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب
قرآن محل ۔ مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

ہوئی یا نہیں۔

جواب۔ جو امر شرعاً حرام ہے کسی کی خاطر داری سے کرنا حرام جانکر بھی فسق اور حرام ہے ہرگز نہیں چاہیئے معصیت میں کسی کی رضا درست نہیں۔ فقط رشید احمد

بعد دفن مکان میت پر فاتحہ کا حکم	**سوال**۔ بعض لوگوں میں دستور ہے کہ جسوقت موتی کو دفن کرکے آتے ہیں اسکے گھر والے اسوقت فاتحہ پڑھتے ہیں یہ فعل فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ اس فاتحہ کا ثبوت کچھ نہیں فقط کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد

میلاد مروجہ کا حکم	**سوال**۔ زید نے بکر سے دریافت کیا کہ مجلس میلاد مروجہ حال جائز ہے یا نہیں اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے بکر خود بھی مجلس میلاد کرتا تھا اور آئندہ سال کو ارادہ بکر کا بھی

ترک مجلس کا تھا بخیال اسکے کہ خرچ ہوتا تھا اور اپنے اعتقاد میں ناجائز جانتا تھا مگر منع کرنا مجلس کا بوجہ اسکے تھا کہ اس وجہ سے کوئی مجھ کو طعنہ نہ دیویگا جبکہ میں اس مجلس کو نہ کرونگا بہانہ شرع کا ہو جاویگا اور خود نہ شریک ہونا مجلس کا اس وجہ سے ترک کیا کہ لوگ معترض ہونگے اول تو ان خیالات سے مانع ہوا بعدہ بہ نیت خالصاً للہ مانع ہوا لہذا اس سبب سے بکر کو ترک بدعت سابق وحال وانکار بدعت سے ثواب ہوگا یا نہیں اور باعث ریا تو نہیں ہے۔

جواب۔ بہر حال گناہ سے محفوظ رہا جب سے قصد ترک کیا بہتر ہوا کہ بعزم ترک گناہ کا ہوا فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد

کسی عرس میں شرکت جائز نہیں	**سوال**۔ جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ (مرسلہ میر محبوب علی صاحب دہلی در یبہ کلاں)

جواب کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست[2] نہیں ہے۔

محرم میں تمام رسوم بدعت ہیں	**سوال**۔ محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی ونیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت

---

[1] بعلم مولوی محمد یحییٰ صاحب ۱۲ [2] قال الشیخ علی متقی فی رد بدعات التنزیہ لا دلیل لاجتماع طلقرۃ بالقرآن علی المیت بالتخصیص فی المقبرۃ والمسجد والبیت بدعۃ مذمومۃ انتہی ۱۲ [3] قال فی اصول الصفار مثل فعن ذکر مقتل الحسین فی یوم عاشورا ایجوز ام لا قال لا ان ذلک من شعار الروافض ۱۲

پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام[1] ہیں فقط

اہل میت کے یہاں فاتحہ پڑھنے اور جوڑا دینے کا حکم

سوال حسب مروجہ دستور برادری اہل میت کے یہاں جاکر فاتحہ پڑھنا اور پگڑی جوڑا دینا درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ یہ سب امور بدعت اور نادرست ہیں البتہ صرف تعزیت کے لئے جانا درست ہے اگر دفن کفن میں شریک نہ ہوا[2] ہو فقط

صلوٰۃ معکوس وغیرہ

سوال۔ صلوٰۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلوٰۃ معکوس وصلوٰۃ ہول بھی جائز ہے یا نہیں۔ (از حافظ عبدالرحیم صاحب)

جواب۔ صلوٰۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں اور صلوٰۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں۔ بلکہ مجاہدہ ہے اور صلوٰۃ ہول کا ثبوت صحاح حدیث سے نہیں فقط رشید احمد عفی عنہ

محفل میلاد مروجہ کا حکم

سوال۔ محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔

جواب۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے فقط

میت کو بلا قیود ورسوم ایصال ثواب عین ثواب ہے۔

سوال۔ میت کو ثواب پہنچانا بغیر تعین تاریخ کے یعنی تیجا دسواں چالیسواں نہ ہو درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ ثواب میت کو پہنچانا بلا قید تاریخ وغیرہ اگر ہو تو عین ثواب ہے اور جب تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست[3] اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے فقط

چالیسویں تک روٹی دینے کا حکم

سوال۔ مرنے کے بعد چالیس روز تک روٹی مُلّا کو دینا درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ چالیس روز تک روٹی کی رسم کرلینا بدعت[4] ہے ایسے ہی گیارہویں بھی بدعت ہے بلا پابندی رسم وقیود ایصال ثواب مستحسن ہے فقط۔

[1] قولہ فی الدرمختار ۱۲ [2] مائۃ المسائل میں مفصل مرقوم ہے ۱۲ [3] فتاویٰ عزیزیہ جلد دوم صفحہ: میں مرقوم ہے مراد از طعام میت طعامی است کہ تا چہل روز مے خورانند وجہ اباحت قلب آنست کہ بیشتر از ہنگام سنوح موت میت وہم بعد از آں خیال سرانجام این طعام وتقسیم آن فیما بین الاقربا یا سکان مساجد دامنگیر خاطر میشود کسانیکہ این طعام بانہا میرسد او وقت موت متوقع وچشم دوختہ برین طعام مے باشند مقصود شرع آنست کہ از موت میت عبرت گیرند وپند پذیرند ودر تفکر آخرت مشغول شوند واز غفلت ہوشیار شوند واین مقصود ازین صورت بالکلیہ مفقود میگردد وآنچہ در حدیث صحیح آمدہ است ودر صحاح ستہ موجود است ہمیں قدر است کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام المیت الخ ۱۲ ہ

جواب ۔ زید غلط کہتا ہے حقہ نوش کی نماز اور درود سب مقبول ہوتا ہے البتہ اس حقہ کی بو کا ازالہ نہ کرنا اور منہ میں رکھنا مکروہ ہے فقط ۔

شرعاً نفع کی حد مقرر نہیں

سوال ۔ نفع لینا شرع میں کہاں تک جائز ہے ان مسئلوں کو زیب قلم فرما کر جلد رحمت فرما دیں

جواب ۔ نفع جہاں تک چاہے لے لیکن کسی کو دھوکا نہ دے فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(رشید احمد ۱۳۰۱)

حقہ اور تمباکو کا حکم

سوال ۔ حقہ پینا یا تمباکو کھانا یا سونگھنا کیسا ہے حرام ہے یا مکروہ تحریمیہ یا مکروہ تنزیہہ ہے اور تمباکو فروش اور نیچے بند کے گھر کا کھانا کیسا ہے ۔

(مرسلہ میانجی عبدالرحمٰن صاحب سہنسپور ضلع بجنور)

جواب ۔ حقہ پینا تمباکو کھانا مکروہ تنزیہہ ہے اگر بو آوے ورنہ کچھ حرج نہیں اور حقہ تمباکو فروش کا مال حلال ہے ضیافت بھی اُس کے گھر کھانا درست ہے فقط رشید احمد

ہندوؤں کے تہوار پر ان کے ہدیہ کا حکم

سوال ۔ ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں ۔ (مرسلہ میانجی عبدالرحمٰن صاحب سہنسپور ضلع بجنور)

جواب ۔ درست ہے فقط ۔ رشید احمد عفی عنہ

گیروا رنگ کا حکم

سوال ۔ کپڑے گیرو میں رنگنا جیسے صوفی لوگ رنگتے ہیں کیسا ہے ۔

(مرسلہ میانجی عبدالرحمٰن صاحب سہنسپور ضلع بجنور)

جواب ۔ گیرو میں کپڑے رنگنا درست ہے بشرطیکہ ریا نہ ہو فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔

(رشید احمد ۱۳۰۱)

الجواب صحیح ۔ محمد عبداللطیف عفی عنہ

(عبداللطیف محمد)

ہندوؤں کے تہوار پر خوشی کے گیت گانا ناجائز ہے ۔

سوال ۔ ہندوؤں کے لڑکوں کو اُن کے تہوار ہولی یا دیوالی میں بطور عیدی اُن کے تہوار کی تعریف میں کچھ اشعار بنا کر جس طور کہ میانجی لوگ پڑھایا کرتے ہیں پڑھانا درست ہے یا نہیں ۔ (مرسلہ میانجی عبدالرحمٰن صاحب سہنسپور ضلع بجنور)

جواب ۔ یہ درست نہیں فقط رشید احمد عفی عنہ

عرس وغیرہ میں بہ نیت بیع دیکھا جانا جائز نہیں

سوال ۔ مسلمانوں کے میلوں میں جیسے پیران کلیر وغیرہ میں واسطے سوداگری

لہ مولوی محمد یحییٰ صاحب ۱۲ ۔

قبول کرے اور کھا دے جبکہ اس نے قرض لیکر وہ مال طیار کیا ہو خواہ پھر وہ رنڈی اپنے کسب حرام سے وہ قرض ادا کرے تو حضور فرما دیں کہ ڈوم رنڈی وغیرہ کا مال لیکر اپنے قرضدار کو دیدینا یا وہ قرض لیکر ہی دے اور پھر وہ مال اسے لینا جائز ہے یا نہیں۔

(مرسلہ مولوی ابرار احمد صاحب بچھرایوں ضلع مراد آباد مدرسہ جعفریہ سنہ ۱۳۲۰ھ)

جواب - اگر کوئی شخص قرض لیکر کسی کار خیر میں لگا دے یا کسی کو صدقہ او ہدیہ دے تو وہ کام بھی ہو جاوے اور اس موہوب لہ کو یہ صدقہ اور ہدیہ بھی لینا درست ہے مگر جب وہ مدیون اپنا قرض حرام مال سے ادا کریگا تو سخت گنہگار ہوگا اور اصل مالک کا دیندار رہیگا ایسے ہی یہ حرام مال کا قرضہ میں لینے والا بھی اگر مسلمان ہے تو سخت گنہگار رہیگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

ولائتی قند کا حکم

سوال - ولائتی قند اور مٹھائی تریا خشک کھانی درست ہے یا نہیں۔

جواب - جس کی نجاست یا حرمت تحقیق ہو یا غالب گمان ہو وہ نہ کھا دے اور جس کا حال معلوم نہو اسکا کھانا لینا درست ہے فقط۔

رافضی کے ہدیہ کا حکم

سوال - رافضی کا ہدیہ دعوت اور جنازہ میں نماز کی شرکت جائز ہے یا نہیں۔

جواب - رافضی کا ہدیہ دعوت کھانا گو درست ہے مگر ضرور نماز جنازہ اور ان سے محبت نادرست ہے اسلئے دعوت وغیرہ بھی نہ کھانی چاہیئے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ[1] رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد ۱۳۰۱

ہندؤں کی سبیل سے پانی پینا درست ہے

سوال - ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اسکا پانی پینا درست ہے یا نہیں۔

جواب - اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے فقط۔

اسقاط حمل کا حکم

سوال - ایک بے بیاہی عورت کو حمل رہ گیا اب بوجہ بیعزتی کے خفیہ کرنا اور ساقط کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں علاج اسقاط کرنا اور کرانا گناہ ہوگا یا نہیں۔

جواب - اگر اس میں جان پڑگئی ہے تو پھر اسقاط میں سعی کرنا بیشک سخت گناہ اور بحکم قتل ہے ہرگز ایسی دوا دینی درست نہیں ہے فقط۔

قبلہ وکعبہ کہنے کا حکم

سوال - خط میں القاب قبلہ وکعبہ لکھنا درست ہے یا نہیں۔

جواب - قبلہ وکعبہ کسی کو لکھنا درست[2] نہیں ہے فقط۔

---

[1] بقلم مولوی محمد یحییٰ صاحب ۔۱۲ [2] فتاوی رشید میں مرقوم ہے ۱۲

وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا

مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمۂ پنجاب

نے اسلام کے مٹانے کا قصد کیا مگر خدائے قدیر نے اُن کو اسمیں ناکام کیا۔ اور وہ

ناکامی کی حالت میں اپنے اقرار سے لعنتی موت مرے

چونکہ مرزا صاحب کے کفریات اُن کے رسائل میں منتشر تھے اور مسلمانوں کو اسقدر فرصت نہ تھی کہ مرزا صاحب

کی کل تصانیف کو مطالعہ کریں۔ اور بہت سے مرزائی وقت پر انکار یا لغو تاویل سے کام لیتے ہیں اسوجہ

سے مسلمانوں کے نفع کے لئے مرزائی کفریات اتوہین انبیاء علیہ السلام دعویٰ نبوت و رسالت تشریعی و انکار

حشر اجساد و دیگر مزوریات کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ جو خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کیلئے بہت مفید

ثابت ہوا۔ اس رسالہ کا نام

اَشَدُّ الْعَذَابِ عَلٰى مُسَيْلِمَةِ الْفُنْجَابُ

اور لقب

دینِ مرزا کفرِ خالص

یہ رسالہ جس مسلمان کے ہاتھ میں ہوگا خدا کے فضل سے کبھی مرزائی اس سے بات نہ کر سکے گا۔ اس فرقہ کا کفر

وارتداد مرزائی اقوال سے آفتاب کیطرح روشن کر دیا گیا ہے ہر مسلمان اسکو ورد و سر کو بنائے

بمطابق منظم بعنقر مطبع مجتبائی جدید دہلی.

ملنے کا پتہ:- اختر جنرل سٹور نگاڈ شالہ موڑ لائیلپور

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاندپوری کی کتاب

اشد العذاب کے چند صفحات کے فوٹو جن سے ان کے فتوے معلوم ہوسکیں گے۔

فتاویٰ ص ۳۴ پر ملاحظہ ہوں۔

سے ہونا ہر عام اور خاص مسلمان جانتا ہو۔ غرض کسی ضروری دین کا انکار قطعی یقینی باتفاق کفر اور ارتداد ہے صرف توحید اور رسالت ہی کے انکار کرنے سے مسلمان مرتد نہیں ہوتا۔ بلکہ جو ضروری دین ہے اُس کے انکار سے باتفاق امت مرتد اور کافر ہو جائیگا۔ توحید اور رسالت کا انکار بھی تو موجب ارتداد اسی لئے ہوا ہے کہ وہ ضروریات دین سے ہے۔ تو پھر اس میں اور دوسرے ضروریات دین میں کوئی فرق اس وجہ سے نہیں ہو سکتا جب ایمان و اسلام کی حقیقت دل یقین اور تسلیم اور اقرار ہے تو جو شخص توحید و رسالت اور تمام ضروریات دین پر ایمان لے آیا ہے اور اُن کو اسی طرح تسلیم کرتا ہے جیسے وہ ثابت ہوئے ہیں، تو اب اگرچہ وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو ضرور مومن ہے اور خاتمہ بالخیر ہوا تو ضرور اس کو خدا نجات حقیقی اور جنت ملے گی اور رحمت ابدی کا مستحق ہے بخلاف اس بدنصیب کے کہ جو نماز و روزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان ہی میں نہیں تمام یورپ کی خاک بھی چھانتا ہو بلکہ فرض کرو کہ اُسکی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی ایمان و اسلام بھی عنایت فرمادے مگر اس دعوے اسلام و ایمان اور سعی تبلیغ اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو جھوٹ بولنا اُسکی عادت بتاتا ہو اللہ تعالیٰ ایک حتمی اور قطعی خبر دے کہ فلاں دن فلاں وقت یوں ہو گا اور وہ خبر بھی ایسی ہو جو ایک نبی کے دعوے نبوت کا معجزہ ہو معیار صداقت ہو مگر پھر باوجود لفظوں میں کچھ نہ ہونے کے کوئی شرط مخفی رکھ لے اور وعدہ خلافی کر کے نبی کو معاذ اللہ رسوا کرے اور اُسکی اُمت کو گمراہ کر دے اور یہی خداوند عالم کی عادت مستمرہ بتلائے یا اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے اُسکی مثال ایسی ہے جسکو کسی دیوانہ کتے نے کاٹ لیا ہو اور اُسکا زہر اُسکے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہو اور ہڑک اُٹھ چکی ہو وہ تمام دنیا کو چاہے سیراب کر دے تمام ہندوستان کے دریا اور نہریں اُسی کے قدموں کے نیچے سے بہتی ہوں مگر اُس بدنصیب کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہو سکتا وہ دنیا کو سیراب کرے مگر خود تشنہ کام ہی دنیا سے رخصت ہو گا۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ دین کے کام کرنے سے مغرور نہ ہونا چاہئے قابل لحاظ یہ ہے کہ وہ خود بھی مسلمان ہے یا نہیں! علیٰ ہذا القیاس کسی فاسق اور فاجر کو دیکھ کر اُسے ذلیل اور نجس نہ سمجھے جب کہ ایمان اُس کے قلب میں موجود ہے۔

پیغامیو! قدیانیو!۔ اب سمجھا کہ مرتضےٰ مرزا صاحب اور مرزائیوں، قادیانیوں، قدیانیوں، پیغامیوں سے عام گنہگار مسلمانوں کو کیوں اچھا سمجھتا ہے، معاصی سے مناسبت نہیں بلکہ ایمان کی قدر ہے اور تمہارے نماز روزہ سے نفرت

اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، احتیاط شک کی جگہ ہوتی قطع اور یقین میں احتیاط نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک چیز دور سے پوری طرح سے نظر نہیں آتی اور شک ہے کہ شیر ہے یا انسان تو احتیاط کا مقتضٰی یہی ہے کہ گولی نہ مارے مگر جب قریب سے خوب اچھی طرح دیکھ رہا ہے کہ شیر آ رہا ہے خود بھی جانتا ہے اور دوسرے ہزارہا آدمی کہہ رہے ہیں کہ شیر آ رہا ہے مگر پھر بھی شکاری صاحب گولی نہیں مارتے اور یہ فرماتے ہیں کہ میں احتیاط کرتا ہوں کہیں یہ آدمی نہ ہو۔ تو یاد رہے کہ اس احتیاط کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بے احتیاطی سے اپنی جان اور مسلمانوں کی جان کھو دیگا۔ یہ احتیاط نہیں بے احتیاطی ہے جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہو گیا تو اب اُسکو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی سے کافر اور مرتد ہونا ہے۔ مثلاً مرزا جی نے عیسیٰ علیہ السلام کو فحش گالیاں دیں جو آگے لکھی جاتی ہیں اس کے بعد بھی کوئی شخص مرزا صاحب کو مسلمان ہی کہے تو اسکا یہی مطلب ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرنا یا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہ کرنا اس کے نزدیک ضروریات اسلام سے نہیں باوجود عیسیٰ علیہ السلام کے گالیاں دینے کے بھی جب آدمی مسلمان ہو سکتا ہے تو حاصل یہی ہوا کہ اسلام نے گالیاں دینے اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے کی اجازت دی ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔ تو مرزا صاحب کو کافر اور مرتد نہ کہکر خود ایک ضروری دین کا انکار کر کے کافر ہو گیا یا مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ نماز پنجگانہ اور زکوٰۃ اور روزہ، حج کچھ فرض نہیں اللہ کی کوئی اپنے نزدیک تاویل بھی کہہ لے تو اب یہ شخص بوجہ ضروریات دین کے منکر ہونے کے کافر ہو گیا، مرتد ہو گیا، پھر بھی باوجود اس کے ایک شخص احتیاط کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے مسلمان ہی کہو تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ یہ فرائض اربعہ اسکے نزدیک فرض نہیں ان کی فرضیت کا اقرار ضروریات دین سے نہیں حالانکہ ان کو فرض جاننا ضروریات دین سے ہے۔ تو اب اس کی احتیاط کا حاصل یہی ہوا کہ اس نے چار ضروریات دین کا انکار کیا اور خود کافر اور مرتد ہو گیا۔ ورنہ اسکے معنی کیا کہ یہ چیزیں تو ضروریات دین سے ہوں مگر منکر کافر نہ ہو اور مسلمان باقی رہے۔

جیسے کسی مسلمان کو باقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کیوجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا اسیطرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اُسنے کفر کو اسلام بنا دیا، حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں اکثر لوگ اسمیں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے کیا مانعین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے، پانچوں وقت قبلہ کیطرف نماز نہ پڑھتے تھے۔ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہل قبلہ نہ تھے انہیں بھی مسلمان کہو گے؟ اہل قبلہ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ضروریات دین کو

نہیں اگر یہ نتیجہ صحیح ہے تو تمام دین و دنیا کا نظام ہی تباہ اور برباد ہو جائیگا۔ کوئی حاکم کیسا ہی قابل اور خوش نیت ہو۔ مگر اس سے فیصلہ میں کیا غلطی نہیں ہو سکتی۔ پولیس کے جسقدر چالان ہیں کیا سب صحیح ہی ہوتے ہیں اور جس قدر چالان صحیح ہوں ان میں کیا مجرم کو سزا ہونی ضروری ہے۔ تو اب اس بنا پر تمام بدمعاش چور یہ کہکر رہا ہو جائینگے کہ بعض حکام غلطی کرتے ہیں بعض بد نیت ہوتے ہیں بعض چالان پولیس کے صحیح ہوتے ہیں بعض غلط۔ لہٰذا چور بدمعاش مزے سے چوری بدمعاشی کریں اور ان کو کوئی سزا نہ دیجائے اور پولیس کا کوئی چالان قابل توجہ نہ رہے۔ جسکو پولیس چور کہے اسکو مجدد محدث اور ولی سمجھا جائے۔ جیسے دنیا میں تمام امور کی جانچ ہوتی ہے اسیطرح فتوؤں کو بھی اُن کی اصول پر کس لو اگر صحیح ہو تو مانو ورنہ غلط ہیں۔ یہ تو نہیں کہ کسی عالم کی غلطی یا بدبختی سے تمام دنیا کے علماء کے صحیح فتاوے بھی قابل قبول نہ رہیں۔ اگر ایسا ہو تو قیامت برپا ہو جائے نہ دین بچے نہ دنیا۔ کیا کوئی شخص مسیلمہ کذاب اور مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے امثال کو دیکھکر یہ کہدیگا کہ جو مدعی نبوت ہے۔ وہ معاذ اللہ تمام ایسے ہی جھوٹے تھے سلسلہ نبوت ہی کو غلط بتا کر تمام دین سے سبکدوش ہو جائیگا۔ مسیلمہ اسود عنسی مرزا جی باب بہاء اللہ وغیرہ کے جھوٹے دعوے نبوت سے سب مدعیان نبوت معاذ اللہ جھوٹے اور غیر قابل اعتبار تھوڑا ہی ہو سکتے ہیں دنیا میں جھوٹ سچ دونوں ہی ہیں۔ مگر جھوٹ جھوٹ ہے اور سچ سچ۔ غرض یہ عذر ایک ایسا لغو عذر ہے جسکو کوئی اہل انصاف نظر التفات نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا غلام احمد اور ان کے تمام مرید معتقد کافر مرتد ملحد ہیں کے عقائد مذکورہ کا علم ہوجانے کے بعد جو ان میں سے کسی کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ انپر جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے انھیں توبہ کرنی چاہئے۔ یہ غلط حیلے مفید نہیں۔

یہ خود علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں چنانچہ مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ تمام علماء دیوبند جو آج
علماء دیوبند کو بھی علماء بریلی کافر کہتے ہیں۔ تو ہے ہندوستان میں مرکز اسلام و مرکز حنفیت و مرکز قرآن و حدیث فقہ علوم عقلیہ و نقلیہ مرجع

ہیں انکو بھی تو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں تو کیا علمائے دیوبند کافر ہیں۔ اگر وہ کافر نہیں تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں۔ اس کا جواب بھی خوب توجہ سے سن لینا چاہئے۔ علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا صاحب اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے۔ چوپائے مجانین کے علم کو آپکے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم کے برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپکے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) علم سے زائد کہتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خانصاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے

ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے ترملعون کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے یہ عقاید بیشک کفریہ عقائد ہیں۔ مگر خانصاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے یا کہتے ہیں یہ غلط ہے افتراء ہے بہتان ہے۔ جب ہم ان عقائد کو کفر اور زندقہ کہتے ہیں تو ہم اسکے معتقد کیسے ہوسکتے ہیں۔ نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے نہ ہمارے بزرگوں نے نہ ایسے مضامین نجسیہ ہمارے قلب میں آئے ہم تو ایسے شخص کو جسکا یہ اعتقاد ہو قطعی کافر جانتے ہیں۔ ہاں وہ عبارات جن کی طرف ان مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں۔ انکا مطلب صاف ہے جو ان مضامین کے بالکل مخالف ہے۔ اب یہ سوال کہ پھر خانصاحب نے ایسا کیوں کیا اسکا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تیرھویں صدی کے فرضی مجدد ہی ہونے کے مدعی تھے۔

مشاہر مجدد ار مجدد دونکا یہی حال ہوتا ہے مرزا صاحب نے تمام روئے زمین کے مسلمانونکو کافر کہا خانصاحب نے اپنے تمام مخالفونکو کافر کہا ندوۃ العلماء ہوا اسمیں جو شریک ہو جو اسکا ممبر ہو جو کسی ندوی سے سلام کرلے وغیرہ وغیرہ سب کافر وہابی وہ کافر غیر مقلد وہ کافر نیچری سب کافر غرض جو انکا ہمخیال نہیں وہ کافر حتی کہ خود کافر مرید کافر ان کے پیر بھی کافر کفر کی مشین گن ہی جو ہوئی مگر چند طبقات میں شریک نہ ہوئے تحریک خلافت میں شریک نہ ہوئے بلکہ جو شریک ہو وہ کافر اب میں زیادہ کچھ عرض نہیں کرتا۔ سمجھنے والے خود سمجھلیں کہ عوام مسلمانوں کی بہبودی کا ہوا خانصاحب نے کفر سے ورے ٹھہرایا ہی نہیں، مولوی عبدالباری صاحب انکو ایک وجہ سے کافر اور جب مولوی ریاست علیخانصاحب شاہجہانپوری سے گفتگو ہوئی تو دو چار درجہ بھی مشکوک سی ہی اور گئیں وار وغہ جہنم ہی جو ٹھہرے انکے جسقدر مرید ہیں وہ اب جو کر رہے ہیں۔ وہ معلوم ہے۔ غرض کوئی مجوب ہی ہیں پردہ زنگاری میں بڑے مجدد اور چھوٹے مجدد ایک ہی تھیلی کے بٹے معلوم ہوتے ہیں کہی ایک ہی ابرو کے تیر کے شکار ہیں دونوں کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں سوائے ان کے اذناب کے کوئی مسلمان نہ رہے اور وہ جیسے مسلمان ہیں معلوم ہے ان مضامین کی تشریح دیکھنی ہو تو ملاحظہ ہو۔ الشہاب الثاقب رد توضیح اقوال الاخیار و تزکیۃ الخواطر عما القی فی امنیۃ الاکابر۔ توضیح البیان فی حفظ الایمان قطع الوتین ممن تقول علی العلمین۔ الختم علی لسان الخصم وغیرہ یہ مسئلہ تو بیان ضمنی آگیا ہے۔

اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علمائے اسلام کا مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر کہنا اسمیں زمین و آسمان کا فرق ہے اب پھر کسی اسکو نہ بھولنا۔ اگر خانصاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے۔ جیساکہ انہوں نے انھیں سمجھا تو خانصاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے

تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہوری ہوں یا حنفی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اب جیسے علمائے دیوبند کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء نہ سمجھے کسی کو بھی منصب نبوت کا ملنا شرعاً جائز سمجھے وہ قطعاً کافر ہے۔ ہم بھی مرزا صاحب سے کہلوا دو اور وہ مر گئے تو خود کہہ دو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی موجود نہیں ہو سکتا جو مدعی نبوت شرعیہ حقیقیہ ہو یا کسی کو نبی سمجھے وہ کافر ہے پھر تم سے کہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں کوئی آنکھ بھر کر تو تمہیں دیکھ لے اس صورت میں مرزاجی تو ہاتھ سے جاتے ہیں مگر اسلام ملتا ہے مگر مرزا صاحب کو کافر کہنا ہو گا۔ جیسے علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے آپکے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم سے علم شیطان لعین کو زیادہ کہے یا آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم کے برابر صبیان و مجانین و بہائم کو کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے جہنمی ہے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الخلق ہیں زیادہ کیا معنی آپکے علم کے کوئی برابر بھی نہیں ہو سکتا بلکہ علم نبوی سے کسی کے علم کو نسبت ہی نہیں تم بھی کہہ دو کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے انھیں گالیاں دے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان کرے ان سے مساوات کرے وہ کافر ہے مرتد ہے مرزا صاحب نے بیشک عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کی لہذا مرزا صاحب بیشک کافر مرتد ملعون جہنمی ہیں کہو اس کی ہمت ہے اگر نہیں تو پھر علمائے دیوبند سے تمہیں کیا واسطہ وہ پکے مسلمان تم پکے کافر مرتد۔ غضب تو یہ ہے جو وجوہ کفر تم پر عائد کئے جاتے ہیں تم ان کو کفر ہی نہیں جانتے تم تو ان کو عین ایمان کہتے ہو۔ ختم نبوت کا انکار کر کے گفتگو کرتے ہو قرآن و حدیث سے بقائے نبوت کو ثابت کرتے ہو۔ مرزا مدعی نبوت کو مجدد و محدث۔ ولی۔ مسیح موعود کیا کیا مانتے ہو، مرزا صاحب سے جب کہا جاتا ہے کہ تم اپنے کو عیسیٰ علیہ السلام سے فضیلت دیتے ہو تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ بیشک اور میں کیا خدا نے اُسکے رسول نے مسیح موعود کو اسکے کارناموں کیوجہ سے مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیا تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یوں کہا جاتا ہے کہ تم اپنے کو اُن سے افضل کیوں قرار دیتے ہو۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم نے یہ کیا تو جواب ملتا ہے کہ ہاں کیا انبیاء بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر نہ ہو سکے، غرض جو الزام لگایا گیا اس سے انکار نہیں بلکہ اقرار کے ساتھ اُس کو بھی ایمان بتایا جاتا ہے۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر میں اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے، علمائے دیوبند جن امور کی بناء پر کافر بتائے جاتے ہیں وہ اُنسے بری ہیں اُنکو کفر خالص اعتقاد رکھتے

ہیں اور مرزا صاحب اور مرزائی عقائد کفریہ اقوال کفریہ کو تسلیم کرتے ہین انکا اقرار کرتے ہیں اُن کو عین ایمان سمجھتے ہین اور جو کہیں کہیں تاویل کرتے ہیں تو وہ باطل، تاویل الکلام بما لا یرضیٰ بہ قائلہ ہے، ایک جگہ تاویل کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دوسرا کلام اُس کی تغلیط کرتا ہے۔ بیچارے عاجز ہیں مگر ایمان سے دشمنی ہے مرزا صاحب کو جھوٹا نہیں کہتے، اس غرض سے یہ رسالہ لکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مرزائیوں کو اس سے ہدایت اور مسلمانوں کو استقامت عنایت فرمائے، ابھی تک بفضلہٖ تعالےٰ مسلمان اس سے ناواقف نہیں کہ ان صریح کفریات کو بھی دیکھکر مرزا صاحب اور مرزائیون کو مسلمان ہی کہے جائین،

ایک بات اور قابل ذکر ہے مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کر دیتے ہیں۔ جنمین ختم نبوت کا اقرار ہے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور عظمت شان کا اقرار ہے، اُس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر تھے ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ دجّال تھے اس وجہ سے اُن کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے تو یہی عبارات مفید نہیں جبتک کوئی ایسی عبارت نہ دکھادیں کہ میں نے جو فلاں معنی ختم نبوت کے غلط بیان کئے تھے وہ غلط ہیں صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا اُس سے توبہ کرکے مسلمان ہوتا ہون۔ سو رنہ ویسے تو مرزا صاحب اور تمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے ہیں اسی وجہ سے مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے بھی قائل ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم بھی کرتے ہیں قرآن کو بھی مانتے ہیں حشر اجساد پر بھی ایمان لاتے ہیں غرض تمام آمنت باللہ اور ایمان مجمل و مفصل ازبر ہے یہ مسلمان کیوں نہ ہوں گے۔ مگر مسلمانو یہ ان کے الفاظ ہیں لیکن معنے وہ نہیں جو قرآن و حدیث نے بتلائے ہیں مضامین کے وہ ہیں جو مرزا صاحب نے تصنیف کرکے کفر کی نبیاد ڈالی ہے۔ لہذا جو عبارات مرزا صاحب اور مرزائیون کی لکھی جاتی ہیں، جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نہ کریں تو اُن کا کچھ اعتبار نہیں، مسلمانوں کی واقفیت کے لئے مرزا صاحب اور اُن کے اذناب کے چند اقوال لکھدئے ہیں ورنہ تتبع کیجائے تو معلوم اور کسقدر ایسے کفریات بھرے ہون گے۔

جملہ اہل اسلام کی خدمات میں عرض ہے کہ اس عاجز و محتاج الی رحمت اللہ الغفار کے لئے اور جملہ اہل اسلام کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اسلام پر قائم رکھے، اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق جو مرزائی جواب دیتے ہیں وہ تو اس رسالہ میں بفضلہ تعالیٰ پورے آگئے ہین، رہا مسئلہ ختم نبوت و دعویٰ نبوت سو پیغامیوں کیلئے تو مرزا صاحب کی یہ عبارات ہی کافی ہین کہ مرزا صاحب

علمائے حجاز کا فتویٰ تکفیر
اور علمائے دیوبند کا اقرار

علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ سمیت تقریباً پچاس نامور علماء حجاز نے علماء دیوبند کی زیر بحث گستاخانہ عبارات پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ان میں سے سات نے اپنے فتویٰ میں یہ لکھا کہ ان علمائے دیوبند کی یہ عباراتِ گستاخانہ اگر ثابت ہو جائیں، تو بلاشبہ یہ علماء کافر ہیں، جبکہ باقی سینکڑوں علماء عرب و عجم نے زیر بحث عبارات کی بناء پر علماء دیوبند پر غیر مشروط فتویٰ کفر صادر کیا ہے۔

علماء دیوبند نے اپنی گستاخانہ عبارات کے ثبوت میں الجھاؤ پیدا کرنے کی غرض سے، حجازِ مقدس کے سات علماء کرام کے مشروط فتویٰ کفر کو غنیمت سمجھا اور ان سات علماء کرام کو انہوں نے سراہا۔

(دیکھیے مقدمہ الشہاب الثاقب، چند صفحات کے فوٹو)

مگر اس سے آگے الجھاؤ پیدا کرنے کے لیے علماء دیوبند کو کچھ نہیں سوجھتا کہ وہ کیا کریں۔ زیر بحث عبارات سے ان کے انکار کی کوشش اس لیے کامیاب نہیں ہو سکتی، کیونکہ دیوبند سے مطبوعہ یہ عبارات لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔

ان عبارات پر فتویٰ کفر کو غلط اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ خود علماء دیوبند بھی ایسی عبارات پر یہی فتویٰ دے چکے ہیں۔ علماء عرب و عجم کے فتویٰ سے انکار یوں نہیں ہو سکتا کہ وہ خود اپنی تصنیفات میں ان فتاویٰ کا اقرار کر چکے ہیں۔

اب آخری حربہ یہ رہ جاتا ہے کہ زیر بحث عبارات کی غلط سلط تاویلات کر دی جائیں، اور یعنی مطلب یہ ہے، مطلب وہ ہے۔ مراد یہ ہے اور مراد وہ ہے' کا سہارا لیا جائے، مگر یہ حربہ اس لیے ناکام ہے کہ زیر بحث عبارات عرف اور محاورہ میں صریح گستاخی قرار پا چکی ہیں۔ جب الجھاؤ کے لیے کوئی موقف متعین نہ ہو سکا، تو علماء دیوبند نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے بڑوں کو بچانے کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے' وہ سب کچھ آزما لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء دیوبند اس مسئلہ میں سخت کشمکش کا شکار ہیں اور بے حواسی میں الگ الگ راگ الاپ رہے ہیں۔

تابش قصوری

الشہاب الثاقب
علی
المسترق الکاذب

از

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

معہ

غایۃ المامول
فی ترجمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول

از

علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ
علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام

ترغیم حزب الشیطان
بتصویب حفظ الایمان

از

حضرۃ مولانا ابو الرضا محمد عطاء اللہ قاسمی بہاری
رحمہ اللہ تعالیٰ

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی، شاداب کالونی ○ حمید نظامی روڈ ○ لاہور

عرضِ ناشر

تقریباً دو سال پیشتر انجمن ارشاد المسلمین کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف لطیف "الشہاب الثاقب" کی اشاعت کا اعلان کیا گیا تھا۔ لیکن مختلف عوارض کی بنا پر اس کی طباعت تاخیر و تعویق کا شکار ہوتی رہی۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انجمن کے ناظم اعلیٰ محترم انوار احمد صاحب کا ارادہ تھا کہ کتاب پر ایک ایسا محققانہ مقدمہ لکھا جائے کہ جس میں کتاب مذکور کے خلاف پھیلائی جانے والی بعض اہم غلط فہمیوں کا ایسا دندان شکن جواب دیا جائے کہ جس سے احمد رضا خان صاحب کے سفر حرمین شریفین کے تمام مخفی گوشے اجاگر ہو جائیں اور حرمین شریفین میں احمد رضا خان صاحب نے جو مکروہ کار روائی پورے مکر و فریب کے ساتھ کی تھی اس کے تمام خد و خال لوگوں کے سامنے آجائیں اور ان کی تکفیری کاروائی کا سارا پس منظر واضح ہو جائے۔

لیکن اس کے لئے کوئی دوسرا شخص تیار نہ تھا اور وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث اس کے لئے مناسب وقت جلد نہ نکال سکے۔ بہر حال اب یہ طویل مقدمہ تکمیل کے مراحل سے گزر کر آپ کے سامنے ہے۔ ہم اس کی تعریف و توصیف کے سلسلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتے اس کا فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

ہم "الشہاب الثاقب" کے ساتھ علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ (احمد رضا خان صاحب نے موصوف کا ذکر خیر جن القابات و خطابات سے کیا ہے وہ حسام الحرمین ص پر ملاحظہ ہو) کی کتاب "غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول" بھی شائع کر رہے ہیں جو علامہ موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف تحریر فرمائی تھی۔ جس پر ... علمائے مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً نے اپنی تقریظات لکھیں اور اپنے تائیدی دستخط ثبت فرمائے۔ جس سے یہ

حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ " فاضل بریلوی علمارِ حجاز کی نظر میں کیا تھے " ؛ اور ان کے نزدیک احمد رضا صاحب کے بعض عقائد و نظریات کس قدر گمراہ کن تھے ؟ یہ کتاب آج کل نہ صرف کمیاب بلکہ قریباً نایاب ہو چکی تھی۔ ہم اس کتاب کی افادیت بڑھانے کے لئے اس کا ترجمہ بھی ساتھ ہی شائع کر رہے ہیں۔ جو ہمارے رفیقِ کار اور انجمن کے اول نائب امیر جناب مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے۔

چونکہ بریلوی حضرات ایک یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ علمارِ دیوبند نے " حفظ القرآن " کی عبارت کے جو جوابات دیئے ہیں وہ آپس میں متخالف و متعارض ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوری رح کے جواب کے مطابق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح کافر قرار پاتے ہیں۔ اور حضرت مدنی رح کے جواب کے پیشِ نظر حضرت چاند پوری رح کافر ہیں۔ (العیاذ باللہ)۔ اس لئے ہم " الشہاب الثاقب " کے ساتھ ہی حضرت مولانا ابوالرضا محمد عطار اللہ صاحب قاسمی بہاری رح کی کتاب " ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان " بھی شائع کر رہے ہیں جس میں اس اعتراض کا مسکت و دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔

" الشہاب الثاقب " میں درج شدہ بعض الفاظ کے بارے میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی ایک پرانی روایت کا درج کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ۔

" ایک بار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی طالب علم نے یہ سوال کیا کہ " الشہاب الثاقب " میں بعض مقامات پر " وہابیہ " کے لئے لفظ " خبیث " استعمال کیا گیا ہے جو بہت سخت ہے۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ " الشہاب الثاقب " کا مسودہ جس طالب علم کو صاف کرنے کیلئے دیا گیا وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا۔ اس نے بعض مقامات پر " وہابیہ " کے ساتھ ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔ پھر جلدی اشاعت کے باعث اس کی تصحیح نہ کی جا سکی اور اگلے طابعین پھر اسی کی کاپی کرتے رہے "

Scanned with CamScanner

لگا دیا ہے۔

اپنی تقاریظ میں شرط لگانے والے علمائے حرمین شریفین

کی اصل عبارتیں ملاحظہ ہوں

○

۱ ؛ مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد رح اپنی تقریظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فان من قال بهذه الاقوال معتقداً لها كما هي مبسوطة في هذه الرسالة لا شبهة انه من الكفرة الضالين المضلين ۔ [۱]	ترجمہ ! کیونکہ جو شخص اس رسالہ کی تفصیل کے مطابق ان اقوال کا معتقد ہو گا تو اس کے گمراہ اور گمراہ کرنے والے کافروں میں سے ہونے میں شبہ نہیں۔

۲ ؛ علامہ شیخ صالح کمال رح رقمطراز ہیں۔

فهم والحال ما ذكرت مارقون من الدين ۔ [۲]	ترجمہ ! وہ لوگ دین سے خارج ہیں۔ بشرطیکہ حال وہی ہو جو تو نے ذکر کیا ہے۔

۳ ؛ علامہ محمد علی بن حسین مالکی رح تحریر فرماتے ہیں۔

فاذا هو كما قال ذالك الهمام يوجب ارتدادهم [۳]	ترجمہ ! واقعی جس طرح مصنف بلند ہمت نے بیان کیا ہے اس کے بموجب تو ان کے اقوال ان کا کفر واجب کر رہے ہیں۔

[۱] (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۴ : مولانا عمر بن حمدان المحرسی رح لکھتے ہیں -

فهؤلاء ان ثبت منهم ما ذكره هذا الشيخ ... . فلا شك في كفرهم - [۱]	ترجمہ ! ان لوگوں سے اگر وہ باتیں ثابت ہو جائیں جو اس شیخ (احمد رضا خان صاحب) نے ذکر کی ہیں ...... تو پھر ان کے کفر میں کوئی شک نہیں -

۵ : مولانا سید شریف احمد برزنجی رح اپنی تقریظ میں رقم فرما ہیں -

هذا حكم هؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبتت منهم هذه المقالات الشنيعة - [۲]	ترجمہ ! ان فرقوں اور شخصوں پر حکم کفر تب لگے گا - اگر ان سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں -

۶ : شیخ محمد عزیز وزیر مالکی رح نے اپنی تقریظ میں اپنے استاذ اور شیخ مولانا سید شریف احمد برزنجی رح کی تقریظ کی تائید کی ہے - [۳]

۷ : شیخ عبد القادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی مدرس مسجد نبوی اپنی تقریظ میں ارقام فرماتے ہیں -

فاذا ثبت وتحقق ما نسب هؤلاء القوم	ترجمہ ! سوال میں ذکر شدہ باتوں کی نسبت ان لوگوں کی طرف

---

[۱] (حاشیہ صفحہ گزشتہ) حسام الحرمین - ص ۱۲۰ - [۲] حسام الحرمین ص ۱۴۱ - [۳] حسام الحرمین ص ۹۴ - [۴] حسام الحرمین - ص ۱۲۵ - [۵] حسام الحرمین - ص ۱۴۱ - [۶] حسام الحرمین ، ص ۱۴۵

۱۱

..... مما هو مبين في السوال فعند ذالك يحكم بكفرهم.[1]

جب ثابت ہو جائے گی تب ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اس کے بعد موصوف اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وانما قيدنا بالثبوت و التحقيق لان التكفير فجاجه خطرة و مهايعه وعرة۔[2]

ترجمہ! ہم نے ثبوت اور تحقیق کی قید اس لئے لگا دی ہے کہ تکفیر کی راہوں میں خطرہ ہے۔ اور اس کے راستے دشوار گزار ہیں۔

چونکہ مذکورہ بالا تقریظ لکھنے والے سات علماء حرمین نے اپنی تقریظ میں شرط لگا دی ہے اور یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جملہ شرطیہ کے اندر شرط اور جزاء میں حکم نہیں ہوا کرتا ہے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ مذکورہ بالا حضرات نے نہ تو علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے اور نہ احمد رضا خان صاحب کے فتوئے کفر کی تائید۔ بلکہ ان ساتوں حضرات کی تقاریظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر علماء دیوبند کے عقائد وہی ہوں جو احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ " حسام الحرمین " میں ذکر کئے ہیں تو وہ کافر قرار پائیں گے ورنہ نہیں۔

اور ۳۳ میں سے جب سات علماء یوں نکل گئے۔ اب باقی بچ گئے ۲۶ علماء۔ گویا علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علماء حرمین شریفین میں سے صرف ۲۶ علماء کرام نے احمد رضا خان صاحب کی بظاہر[3] غیر مشروط تائید و تصدیق کی ہے۔

---

[1] حسام الحرمین۔ ص ۱۵۷۔ [2] حسام الحرمین ص ۱۵۷۔ [3] "بظاہر" کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ مفتی کا جواب ہمیشہ اس شرط کے ساتھ مشروط (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

باب اوّل

فتوی لینے میں جو دھوکہ اور کید و فریب بازی کی گئی اس کا بیان

کید اوّل (یعنی پہلا فریب) جنہیں عالمان دین کی نسبت کفر کا فتوی حرمین سے حاصل کیا ہے ان پر وہ جھوٹے الزام واتہام لگائے گئے ہیں جن سے وہ بالکل بری اور پاک ہیں اور وہ عقیدے اور خیالات ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن سے وہ مقدس عالمان ہندوستان سخت بیزار ہیں اور خود بھی ان کو کفر سمجھتے ہیں، حرمین شریفین کے عالموں نے اسی سوال کے مطابق جواب دیدیا اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر کفر و شرک کا حکم لگا دیا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ جیسا سوال ہوتا ہے ویسا ہی جواب لکھا جاتا ہے اگر یہی سوال لکھکر اور کسی شخص پر یہی الزام اور بہتان لگا کر ہندوستان کے ان مقدس عالموں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی کفر و شرک کا حکم لگادیں گے چنانچہ متعدد فتوے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے کہ جو شخص شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہے خدا کو جھوٹا کہے اس کا کیا حکم ہے تو آپ نے فتوی اس کے کفر کا دیا اور ہم فتاوی سے ان کی عبارت بھی نقل کریں گے اس لئے حرمین شریفین کے بعض عقلمند اور پر احتیاط عالموں نے یہ لکھدیا ہے کہ اگر سائل کا بیان صحیح ہے اور ان لوگوں کا فی الحقیقت یہی عقیدہ ہے تو وہ کافر و جہنمی ہیں، چنانچہ بطور نمونہ چند عالموں کا قول فتوی میں سے نقل کیا جاتا ہے ایک عالم فرماتے ہیں من قال بھذہ الاقوال معتقدا لھا کما ھو مبسوط فی ھذہ الرسالۃ لاشبھۃ انہ من الضالین یعنی جو شخص ان باتوں کا قائل ہو اور جس تفصیل سے اس رسالہ میں لکھا ہے اسی تفصیل سے اعتقاد رکھتا ہو وہ بلا شبہ گمراہ ہے۔ ملاحظہ ہو تقریظ نمبر ٢ صفحہ ٣٠، سطر (٢٠) حسام الحرمین یعنی فتوی عربی مؤلفہ بریلوی خذلہ اللہ تعالیٰ دوسرے عالم لکھتے ہیں فھؤلاء الحاصل ما ذکر ت کفرۃ مارقون یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا یہی حال ہے جو تم نے لکھا ہے تو وہ کافر ہیں خارج از دین ہیں، ملاحظہ ہو تقریظ نمبر ٣ صفحہ ٣٢ سطر (٥)، تیسرے عالم فرماتے ہیں وان من ادعی ذلک فقد کفر یعنی جو اس کا دعوی کرے وہ بے شک کافر ہے (ملاحظہ ہو تقریظ ٢٠ صفحہ ١٢٩ سطر (١٦)۔

چوتھے عالم نے تو نہایت ہی احتیاط کی اور بہت تفصیل سے یہ لکھا ہے کہ اگر ان لوگوں سے وہ باتیں ثابت ہو جائیں کہ جنکو بریلی کی شیخ چلی نے لکھا ہے یعنی غلام احمد سے دعوی نبوت کا اور مولانا رشید احمد صاحب و مولانا خلیل احمد صاحب و مولانا اشرف علی صاحب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تنقیص ثابت ہو جائے تو ان لوگوں

مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب الشہاب الثاقب کے صفحہ کا عکس جس میں انہوں نے ایک فتوے کو تسلیم کیا ہے۔

اس نے اپنے استاد خاص ابلیس لعین سے سیکھا ہے۔

چھٹا بہتان اور مکر عظیم

یہ فریب اور مکر بہت ہی بڑا دجال المجددین اور اس کے اتباع کا ہے کہ جس کی وجہ سے اہل عرب میں خصوصاً اور اہل ہند میں عموماً اس طائفہ کی اشاعت ہوتی ہے اور اسی نام کی بدولت دنیا جہان سے دھوکہ دیکر روٹیاں ہاتھ آتی ہیں یہ جملہ مکاریوں کی اصل اور تمام دغابازیوں کی بنیاد ہے۔ صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے۔ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اسقدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔ چونکہ مجدد المضلین اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بہی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن۔ دین کا مخالف ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے اس لقب سے بڑھکر انکو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا جہاں کسی کو متبع شریعت و تابع سنت پایا جھٹ وہابی کہدیا تاکہ لوگ متنفر ہو جاویں اور ان لوگوں کے مصالح اور ترقیوں میں جو طرح طرح کی مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے۔ صاحبو! شراب پیو، ڈاڑھی منڈاؤ، گور پرستی کرو، نذر لغیر اللہ مانو، زناکاری، اغلام بازی، ترک جماعت و صوم و صلوٰۃ جو کچھ کرو یہ سب علامات اہل سنت والجماعت ہونے کی ہوں اور اتباع شریعت صورۃً و عملاً جس کو حاصل ہو وہ وہابی ہو جاوے گا۔ مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہمنشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو۔ انھوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاتا ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں، دیکھئے علامت سنی ہونیکی ڈاڑھی منڈانا ہو گیا۔ دجال مجددین نے اس رسالہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا ہے تاکہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ و غضب میں آکر تلملا جاویں اور بلا

مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب کے ایک صفحہ کا عکس جس میں انہوں نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق ریمارکس دیئے ہیں بحوالہ ص ۲۲۱

اقرارِ کفر

حال ہی میں دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے علامہ سید احمد برزنجی مفتی مدینہ منورہ کی تصنیف "غایۃ المامول" شائع کی گئی ہے جس کے ٹائیٹل پر مصنف کے القاب تین سطروں میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت بے نقاب ہوجاتی ہے کہ علامہ برزنجی دیوبندیوں کے نزدیک انتہائی مسلّم شخصیت ہیں۔

علامہ برزنجی صاحب نے جہاں مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علماء عرب و عجم کی موافقت کرتے ہوئے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات کو کفریہ قرار دیا ہے، اور انتہائی اہتمام سے کفر کی تائید فرمائی ہے وہاں انہوں نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی رائے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم تمام ممکنات حتیٰ کہ علومِ خمسہ کو بھی محیط کیا ہے، جبکہ علامہ برزنجی موصوف کی رائے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم شریف اگرچہ تمام ممکنات کو محیط ہے، مگر علومِ خمسہ اس سے خارج ہیں۔

علامہ برزنجی نے اپنی اس رائے کے اثبات میں رسالہ "غایۃ المامول" لکھا، جس کے مقدمہ میں انہوں نے اس ساری حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے مسئلہ میں مولانا احمد رضا سے اختلاف کرتے ہوئے میں یہ رسالہ لکھ رہا ہوں، مگر علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات کے کفر پر دوسرے علماء کی طرح میں بھی متفق ہوں اور آج بھی میرا یہی فتویٰ ہے۔

فرماتے ہیں: "ہم نے اس رسالہ (حسام الحرمین) پر تقریظ و تصدیق لکھ دی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں (علماء دیوبند) سے یہ مقالاتِ شنیعہ ثابت ہوجائیں، تو یہ لوگ کافر اور گمراہ ہیں، کیونکہ یہ سب باتیں اجماعِ امت کے خلاف ہیں۔"

(ترجمہ) غایۃ المامول، ص ۲۹۹۔ مترجم: مولوی نعیم الدین دیوبندی

دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے "غایۃ المامول" کو چھاپنے اور شائع کرنے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ علامہ برزنجی مفتی مدینہ منورہ نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی مخالفت کی ہے جیسا کہ انہوں نے اس کے ٹائیٹل پر لکھا ہے: "احمد رضا خاں صاحب کا گمراہ کن عقیدۂ علمِ غیب علمائے حجاز کی نظر میں" بلکہ "الشہاب الثاقب" کے ابتداء میں ص ۸ - ۹ "عرضِ ناشر" کے تحت لکھا ہے "ہم الشہاب الثاقب کے ساتھ علامہ سید احمد آفندی برزنجی کی کتاب "غایۃ المامول" کے چند صفحات کے عکس بھی شائع کر رہے ہیں جو علامہ موصوف نے

احمد رضا خاں صاحب کے خلاف تحریر فرمائی تھی، جس پر دیگر علماء مدینہ منورہ نے اپنی تقریظات لکھیں اور اپنے تائیدی دستخط ثبت فرمائے، جس سے یہ حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں کیا تھے؟ ہم اس کتاب کی افادیت بڑھانے کے لیے اس کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں، جو ہمارے رفیق کار اور انجمن کے اول نائب امیر جناب مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے" ملخصاً۔

غرضیکہ "غایۃ المامول" کی اشاعت اور اس کے مصنف کے القابات خود اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ کتاب اور اس کا مصنف علماء دیوبند کے نزدیک انتہائی مسلّم اور مقبول ہیں۔

غایۃ المامول کے مطالعہ سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

(۱) اگر بقول علماء دیوبند احمد رضا خاں کے "گمراہ کن عقیدۂ غیبیہ" سے علامہ برزنجی کا اختلاف معلوم ہوا (حالانکہ علامہ برزنجی نے اپنی کتاب میں کہیں بھی گمراہ ہونے کا حکم لگایا اور نہ ہی یہ فتویٰ دیا) مگر علماء دیوبند نے اپنے خلاف علامہ برزنجی کا فتویٰ کفر دوبارہ تسلیم کرلیا اور اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یوں ایک بار پھر انہوں نے اپنے کفر کا التزام کرلیا۔

(۲) علامہ برزنجی نے "غایۃ المامول" پر مزید ۱۳ علماء مدینہ منورہ کے تصدیقی دستخط کروا کر علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر کی تقریظ و تصدیق کرنے والے علماء حجاز کی تعداد میں اضافہ کر دیا جس کو دیوبندیوں نے خود بھی تسلیم کرلیا، کیونکہ "غایۃ المامول" کے مشمولات میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات اور ان پر علامہ برزنجی کا فتویٰ کفر بھی موجود ہے۔

(۳) مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ایک مسئلہ میں اختلاف کے باوجود علامہ برزنجی کا علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر' میں مولانا احمد رضا خاں کی تائید و توثیق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ علماء حرمین نے علیٰ وجہ البصیرت بڑے غور و فکر کے ساتھ علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

اس تفصیل سے دیوبندیوں کا یہ الزام بے بنیاد ثابت ہوگیا کہ علماء حجاز نے احمد رضا خاں کے تعارف یا ان کے مباحث علمیہ یا ان کے عجز و انکسار سے متاثر ہو کر اور یا علماء حرمین نے اپنی شہرت کی خاطر یا سادہ لوح ہونے کی بنا پر دھوکہ میں آکر علماء دیوبند کے خلاف فتویٰ کفر پر دستخط کر دیئے جیسا کہ "شہاب ثاقب" اور اس کے مقدمہ میں کہا گیا ہے۔

تابش قصوری

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط

اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ زمین و آسمان میں کوئی شخص غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

(النمل ۶۵)

احمد رضا خان صاحب کا گمراہ کن عقیدۂ غیبیہ، علمائے حجاز کی نظر میں۔

غایۃ المأمول

فی تتمۃ

منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول

للشیخ الفاضل الکامل الجامع بین المعقول والمنقول الحاوی للفروع والاصول
علامۃ الزمان فہامۃ الاوان حامل لواء التحقیق مالک ازمۃ التدقیق حضرۃ
مولانا السید احمد آفندی البرزنجی الحسینی المفتی بالمدینۃ المنورہ رحمہ اللہ تعالیٰ،

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۱۰۶ بی۔ شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ۔ لاہور

اوتی الایات البینات۔ والمعجزات الباھرات۔ سیدنا ومولانا محمد خیر الوسائل۔ القائل حین سئل عن الساعة ”ما المسئول عنها باعلم من السائل“ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ وعلی آلهم وصحبهم والتابعین۔

اما بعد!

فقد کنت الفت رسالة مختصرة جوابا عن سوال ورد الیّ من الهند مضمونها انه۔

”وقع تنازع بین علماء الهند فی علمه صلی اللہ علیه وسلم هل هو محیط بجمیع المغیبات حتی الخمس المذکورة فی قوله تعالی ”اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ الآیة او غیر محیط بذالك وان جماعة من العلماء ذهبوا الی الاول والآخرون الی الثانی فمع ای الفریقین یکون الحق؟

پر جسے کھلی ہوئی نشانیاں اور بڑے بڑے معجزات دیئے گئے جو ہمارے آقا ومولیٰ ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ جو بہترین وسیلہ ہیں۔ جن سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا اور (ان کے ساتھ ہی) دیگر تمام انبیاء ومرسلین اور ان کی آل واصحاب واتباع پر بھی۔

اما بعد!

ہندوستان سے آنے والے ایک سوال کے جواب میں۔ میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

”علماء ہند میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں جھگڑا پڑ گیا ہے کہ آیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم مغیبات خمسہ (جن کا ذکر آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَة میں ہے[1]) سمیت تمام مغیبات کو محیط ہے یا نہیں۔ علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل

---

[1] السجدہ : ۳۴

نريد منكم بيان ذالك بالادلة الشافية "

فالفت تلك الرسالة وبينت فيها انه صلى الله عليه وسلم اعلم الخلق وانه علمه محيط بجميع مهمات الدين ومحيط ايضا بمهمات الكائنات فی الدنيا والاخرة - ولكن المغيبات الخمس لا تدخل تحت شمول علمه الشريف للادلة الواضحة الدالة على ذالك من الكتاب والسنة وكلام السلف وان ذالك لا يخدش ادنی خدش فی علو مقامه و رفعة درجته فتلقوا رسالتی المذكورة بكمال الرغبة ونهاية القبول -

ثم بعد ذالك ورد الی المدينة المنورة رجل من علماء الهند يدعی احمد رضا خان فلما اجتمع بی اخبرنی اولا بان فی الهند اناسا من اهل الكفر و

ہے ۔اور دوسری دوسری شق کی ۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ شافی دلائل سے یہ بیان فرمائیں کہ حق کس جماعت کے ساتھ ہے ؟ "

پس میں نے وہ سابقہ رسالہ تالیف کیا اور اسمیں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم ہے ۔ اور آپ کا علم جمیع دینی امور کو محیط ہے ۔ بلکہ دنیا و آخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے ۔ لیکن قرآن وسنت اور کلام سلف کے واضح دلائل کی بناء پر مغیبات خمسہ آپ کے علم شریف میں داخل نہیں ہیں اور یہ بات آپ کے مقام کی برتری اور بلندئ مرتبت میں ذرہ بھر قادح نہیں ہے پس انہوں نے میرے اس رسالے کو انتہائی رغبت اور پوری قبولیت کیساتھ لے لیا ۔

پھر اس کے بعد علماء ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خان کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا ۔جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً اس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے ایک ، غلام احمد قادیانی ہے جو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

الضلال منهم غلام احمد القادیانی
فانه یدعی مماثلة المسیح والوحی
الیه والنبوة۔ ومنهم الفرقة
المسماة بالامیریة ۔ والفرقة
المسماة بالنذیریة۔ والفرقة
المسماة بالقاسمیة۔ یدعون
انه لو فرض فی زمنه صلی الله
علیه وسلم۔ بل لو حدث بعده
نبی جدید لم یخل ذالک
بخاتمیته۔ ومنهم الفرقة
الوهابیة الکذابیة اتباع
رشید احمد الکنکوهی القائل
بعدم تکفیر من یقول جو توع
الکذب من الله تعالی بالفعل۔
ومنهم رشید احمد الذی یدعی
ثبوت اتساع العلم للشیطان
وعدم ثبوته للنبی صلی الله علیه
وسلم۔ ومنهم اشرف علی التانبی
القائل ان صح الحکم علی
ذات النبی صلی الله علیه وسلم
بعلم المغیبات کما یقول به

کے مماثل ہونے اور اپنے لئے وحی اور نبوت
کا دعوے کرتا ہے۔ انہیں میں سے ایک فرقہ
امیریہ ہے۔ ایک نذیریہ ہے۔ ایک قاسمیہ
ہے۔ جو دعویٰ کرتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کر لیا جائے
بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے
تب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں
آتا۔ انہیں میں سے ایک فرقہ وہابیہ کذابیہ
ہے جو رشید احمد گنگوہی کا پیرو ہے۔ جو
اللہ تعالےٰ سے بالفعل کذب کے وقوع کا
قول کرنے والے کو کافر نہیں قرار دیتا۔ انہیں
میں سے ایک شخص رشید احمد ہے جو مدعی
ہے کہ وسعت علم شیطان کے لئے ثابت ہے
لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں۔
انہیں میں سے ایک اشرف علی تھانوی ہے
جو کہتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
پر علم مغیبات کا حکم لگانا بقول زید صحیح ہو تو
سوال یہ ہے کہ اس کی مراد بعض مغیبات
ہیں یا سب ؟ اگر بعض مراد ہیں تو اس
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا
علم غیب تو زید۔ عمرو۔ بکر۔ بلکہ جمیع

زید فالمسئول عنه انه ماذا اراد بھذا ؟ البعض الغیوب ام کلھا ؟ فان اراد البعض فای خصوصیۃ فیه لحضرۃ الرسالۃ فان مثل ھذا العلم بالغیب حاصل لزید وعمرو بل لکل صبی ومجنون بل لجمیع الحیوانات والبھائم ۔

وانه الف رسالۃ فی الرد علیھم وابطال اقوالھم سماھا "المعتمد المستند" ثم اطلعنی علی خلاصۃ من تلک الرسالۃ فیھا بیان اقاویلھم المذکورۃ فقط۔ والرد علیھم علی سبیل الاختصار وطلب تقریظا وتصدیقا علی ذالک فکتبنا له التقریظ والتصدیق المطلوب وحاصل ماکتبنا انه ان ثبت عن ھؤلاء تلک المقالات الشنیعۃ فھم اھل کفر و ضلال لان جمیع ذالک خارق لاجماع الامۃ۔ واشرنا فی ضمن ذالک الی بعض الادلۃ فی ابطال اقاویلھم۔

ثم بعد ذالک اطلعنی احمد رضا خان المذکور علی رسالۃ له ذھب

حیوانات وبہائم کو حاصل ہے۔

اور (اس نے مجھے بتایا کہ) اس نے ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل کرنے کے لئے ایک رسالہ موسومہ "المعتمد المستند" لکھا ہے۔ پھر اسنے مجھے اس رسالہ کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا۔ اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا۔ اور اس رسالہ (حسام الحرمین) پر تصدیق و تقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں۔ کیوں کہ یہ سب باتیں اجماع امت کے خلاف ہیں۔ اور اپنی تقریظ کے ضمن میں ہم نے ان کے اقوال کے ابطال کے لئے بعض دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا۔

پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا خان نے اپنے ایک اور رسالہ پر مطلع کیا جس میں وہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم ہر چیز کو

Scanned with CamScanner

فيها الى انه صلى الله عليه وسلم علمه محيط بكل شئ حتى المغيبات الخمس وانه لا يستثنى من ذالك الا العلم المتعلق بذات الله تعالى وصفاته المقدسة - وانه لا فرق بين علم البارى سبحانه وتعالى وعلمه صلى الله عليه وسلم فى الاحاطة المذكورة الا بالقدم والحدوث - و ان له على مدعاه هذا برهانا قاطعا وهو قوله تعالى "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" فلم آلُ جهدا فى بيان ان الاية المذكورة لا تدل على مدعاه دلالة قطعية و ان الاحاطة العلمية بجميع المعلومات التى لا تتناهى مختصة بالله تعالى ولم يقل بحصولها لغيره تعالى احد من ائمة الدين فلم يرجع عن ذالك واصر وعاند ولما كان زعم هذا غلطا وجراءة على تفسير كتاب الله بغير دليل احببت الآن ان اجمع كلاما مختصرا

محیط ہے۔ حتی کہ مغیبات خمسہ کو بھی۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم کے درمیان احاطۂ مذکورہ میں صرف حدوث وقدم کا فرق ہے اور یہ کہ اس کے پاس اپنے اس مدعیٰ پر دلیل قاطع اللہ تعالےٰ کا قول "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" ہے۔ (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا ہے) پس میں نے اس بات کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ اس کے مدعیٰ پر دلالۃ قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطۂ علمیہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور ائمہ دین میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کے لئے غیر متناہی کے احاطۂ علمیہ کا قول نہیں کیا۔ لیکن احمد رضا خان نے اپنے قول سے رجوع نہیں کیا بلکہ وہ اپنی بات

یکون تتمۃ لرسالتنا الاولی۔

فیہ بیان بطلان استدلالہ علی مدعاہ بالآیۃ المذکورۃ ۔ مشیرا الی بعض مہمات رسالتہ المذکورۃ التی ذکرھا تائیدا لقولہ ۔ مبینا نقضہا وعدم صحتہا من وجوہ عدیدۃ لئلا یظن من اطلع علی تقریظنا المذکورۃ اننا وافقناہ فی ھذا المطلب فاقول وباللہ التوفیق ان رسالتنا ھذہ تنقسم الی بابین۔ الباب الاول فی الوجوہ الدالۃ علی عدم صحۃ دعواہ ۔ والباب الثانی فی ذکر نصوص ائمۃ الدین الدالۃ علی صحۃ ماجرینا علیہ فی ھذہ الرسالۃ وفی التی قبلہا۔

پر اڑا رہا اور حق سے عناد کیا۔ چونکہ اس کا یہ گمان غلط اور اس کی قرآن کی یہ تفسیر بلا دلیل تھی اس لئے میں نے چاہا کہ میں ایک مختصر کلام جمع کردوں جو ہمارے پہلے رسالہ کا تتمہ بن جائے جس میں اس کے اپنے دعویٰ پر آیت مذکورہ سے استدلال کے باطل ہونے کا بیان کرتے ہوئے اس کے رسالہ کی بعض اہم باتوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے ساتھ ہی متعدد وجوہ سے اس رسالہ کے نقض اور اس کی عدم صحت کو بھی بیان کر دیا جائے تاکہ جو شخص ہماری مذکورہ تقریظ پر مطلع ہو وہ یہ گمان نہ کرے کہ ہم نے اس مطلب میں اس کی موافقت کی ہے۔ پس اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ ہمارا رسالہ دو بابوں پر منقسم ہے۔ پہلا باب ان دلائل کے بیان میں ہے جو اس کے دعویٰ کے صحیح نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور دوسرا باب ائمہ دین کی ان تصریحات کے بیان میں ہے جو ہمارے موجودہ اور سابقہ رسالہ میں بیان کردہ مسلک کے صحیح ہونے پر دال ہیں۔

علامہ اقبال کے تاثرات

۱۹۳۴ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام نے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات سنائیں، تو علامہ نے بے ساختہ مندرجہ بالا تبصرہ کیا۔ اس واقعہ کے راوی ہیں حضرت استاذ العلماء مفتی تقدس علی خاں مدظلہٗ العالی، جو حضرت حجۃ الاسلام کے شاگرد، خلیفہ اور داماد ہیں اور طویل عرصہ تک دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے مہتمم رہے ہیں۔ ان دنوں آپ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سندھ) کے شیخ الجامعہ ہیں، ذیل میں ان کا ایک مکتوب پیش کیا جا رہا ہے:

غالباً یہ سنہ ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے جبکہ مسجد وزیر خاں میں آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے گئے تھے، اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دے کر ان کے لیے ڈبہ ریزرو کر کے ان کی آمد کا انتظام کیا گیا تھا، لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے۔

اسی موقعہ پر کسی مقام پر حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ اور ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت موصوف نے واپسی پر بریلی شریف کے چند احباب کے سامنے یہ تذکرہ فرمایا کہ دیوبندی حضرات کی گستاخانہ عبارتیں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سامنے پڑھی گئیں، تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا:

"مولانا! یہ ایسی عبارات، گستاخانہ ہیں، ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے۔"

(علامہ محمد اقبال)

تقدس علی قادری رضوی بریلوی

مورخہ ۱۲ ماہ خاص ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

مکتوب کا عکس ملاحظہ ہو ص ۳۵

Scanned with CamScanner

امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے ایک تاریخی خط کی نقل پیش کر رہے ہیں جو آپ نے آج سے تقریباً تا سٹھ سال قبل ۱۳۲۹ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی کو لکھا تھا اور جو رسالہ "دافع الفساد عن مراد آباد" میں چھپ چکا تھا۔

معاوضۂ عالیہ امام بریلوی قدس سرہٗ

نقل

بنام

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۝

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ فقیر بارگاہ عزیز قدیر عز جلالہٗ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے اب حسب معاہدہ وقرار داد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ کے سوالات و مواخذات حسام الحرمین کی جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور وہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷ صفر مناظرہ کے لیے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اسی قدر کہ یہ کلمات شانِ اقدس حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہٖ تعالیٰ دو منٹ میں اہلِ ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے لہٰذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۷ صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے لیے مقرر کرتا ہے آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مُہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں . . . . اور آپ بالذات اس اہم و اعظم دین کو طے کریں اپنے دل کی آپ جیسی بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا۔ عاقل بالغ مستطیع غیر معذور کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر و اسلام کا ہے۔ کفر و اسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈ لیے، تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ دبرداختہ قبول سکوت نکول۔ عدول سب آپ کا ہے اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فرار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں

۵۰۲

وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کی توبہ اعلانیہ لازم۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا۔ مع کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے پھر آپ خود ہی رفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں آخر تابکے؟ یہ اخیر دعوت ہے۔ اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرضِ ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے شوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا میرا کام نہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمد و الہ وصحبہ اجمعین

والحمد للہ رب العالمین

مُہر

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۱۵ر صفر المظفر روز چہارشنبہ ۱۳۲۹ھ

مآل یہی ہوا کہ اکابر دیوبند گھبراتے رہے۔ خجالت و شرمندگی نبھاتے رہے رجوع و اتحاد سے گریز کیا اور ایک بہت بڑا فتنہ باقی رہ گیا۔

○

۱ رسائل رضویہ جلد دوم ص ۵۰۱

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کی طرف سے فتوائے کفر پر تقریظ و تائید

کچھ عرصہ پہلے سرگودھا سے ایک پمفلٹ شائع ہوا تھا، جس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ، مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند اور مصنف "تحذیر الناس" کے مداح اور معتقد ہیں اور یہ کہ "تحذیر الناس" میں عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار کرنے پر انہیں نانوتوی صاحب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہی مضمون ماہنامہ "الرشید" دیوبند نمبر میں شائع کیا گیا، حالانکہ یہ سفید جھوٹ تھا۔

ذیل میں ہم حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے مکتوبِ گرامی کا عکس پیش کر رہے ہیں جس میں انہوں نے دیوبندیوں کی فریب کاری کا پردہ چاک فرمایا ہے:

تابش قصوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الدین - اما بعد! کچھ عرصہ ہوا فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا کیا زید پر فتوی کفر لگایا جا سکتا ہے یا نہ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائیگا بعد میں سنا گیا کہ بعض علماء اہل سنت نے فقیر کے اس فتویٰ کو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی اس نوعیت کی عبارت پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے - چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا تو تحذیر الناس کی عبارت اور اس استفتاء کی عبارت میں فرق بعید ثابت ہوا

کہ رسالہ مذکور کی تکفیر میں مندرجہ ذیل تصریحات پر مبنی ہے -

(۱) خاتم النبیین کا معنی لا نبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لینے پر مُصر ہے - حالانکہ یہ معنی احادیث صحاح سے ثابت ہے - اس پر اجماع صحابہ ہے ومن بعدہم الی یومنا ہذا متواتر متوارث یہی معنی کیا جا رہا ہے -

(۲) رسالہ مذکورہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء کرنے سے کلام ما قبل لکن وما بعد لکن یعنی مستدرک منہ و مستدرک کے مابین کوئی تناسب نہیں رہتا -

(۳) رسالہ میں موجود ہے کہ یہ معنی کرنے سے کلام الٰہی میں حشو و زوائد کا قول کرنا پڑے گا یعنی لکن زائد حرف ماننا پڑے گا

(۴) کہتا ہے کہ یہ مقام مدح ہے اور آخر الانبیاء ماننے سے مدح ثابت نہیں ہوتی بلکہ عام انسانوں کے عام حالات ذکر کرتے ہیں اور یہ معنی لینے میں کوئی فرق نہیں کہ غیر ذٰلک مِنَ التُّرَّھَاتِ الْقَبِیْلَۃِ الْخُزْوِیَّ اس فقیر نے ضروری خیال کیا کہ اس صورت واقعیہ اور اس فرضی استفتاء میں فرق کی بنا پر رسالہ مذکورہ کی عبارت کے بارے میں اپنی ناقص رائے ظاہر کرے -

(۱) تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنی خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا تاکہ دو معانی مانعۃ الجمع کی تاویل کی جا سکے - بلکہ آخر الانبیاء کے معنی کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ لائے گئے ہیں لہٰذا احادیث صحیحہ سے انکار اور اجماع صحابہ سے فرار اور باقی امت کے متفق عقیدہ و اجماع سے تضاد قطعی طور پر ثابت ہے

(۲) مصنف رسالہ کے ذہن میں کلام ما قبل لکن و ما بعد لکن میں تناسب کی نفی بیٹھ گئی ہے اگر اپنے کئے ہوئے معنی پر نظر ڈالتے تو اس صورت میں کبھی ان کو یہ نہیں نظر آتا۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کو فیض رساں ہیں۔ اب بتائیے کہ اس مستدرک منہ اور مستدرک میں فرق لکن نے کیا کیا۔ اور کیا مناسبت اس استدراک کی وجہ سے پیدا ہوگئی ؟

(۳) اور معنی کے اعتبار سے کیوں حرف لکن زائد ثابت نہ ہو تو کیا ہوا۔ واو عاطفہ یہ کام نہ کر سکتی تھی ؟ استدراک کی ترکیب کیوں استعمال فرمائی گئی ؟ اس کو دیکھ نادان کو سمجھ ہوتی تو معنی لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم کرنے سے مدح بالذات اس موصوف بالذات کیلئے اظہر من الشمس اور ابین من الامس موجود ہے۔ احادیث صحیحہ کے انکار کی کبھی ضرورت پیش نہ آتی۔ شذوذ عن الجماعۃ کبھی نہ کرنا پڑتا۔ غور فرمائیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن تم یہ مت خیال کرو کہ باپ کی سی شفقت و رأفت و رحمت سے تم محروم ہو کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین کافۃ الناس کیلئے قیامت تک آخری رسول ہیں جن کی شفقت و رحمت باپ سے ہزاروں درجہ زیادہ ہے جو ہمیشہ کیلئے تمہیں نصیب رہے گی وہ تو عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کا رتبہ رکھنے والے رسول ہیں۔ اب بتائیے موصوف بالذات و مقام مدح والا اشکال حل ہوا یا نہ ؟ اور مستدرک منہ اور مستدرک کے مابین مناسبت سمجھ میں آئی یا نہ ؟ اور مصنف کے دماغ سے حشو و زوائد خارج ہوا یا نہ ؟ مصنف تحذیر الناس ان چند علمی مصطلحات کا ذکر مع کبھی بالکل بے محل اور بے ربط کرتے ہوئے اپنی عامیانہ نظر و فکر پر پردہ نہ ڈال سکا اور التزاماً منکر احادیث صحیحہ و نصوص متواترہ قطعیہ ثابت ہونے کے علاوہ شاذ عن الجماعۃ و مفارق اجماع ثابت ہوا۔ لہٰذا فقیر کا فتوی عدم تکفیر اس فرضی زید کے متعلق ہے نہ کہ مصنف تحذیر الناس کیلئے۔ والحق ما قد قیل فی حقہ من قبل العلماء الاعلام

فقیر محمد قمر الدین السیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

عکس ماہنامہ تجلی دیوبند

شمارہ اپریل ۱۹۵۶ء

جس میں مفتیٔ دیوبند کی طرف سے بانیٔ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی پر کفر کے فتوے کا بیان اور پھر اس پر تبصرہ

عکس ماہنامہ تجلی دیوبند

شمارہ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء

جس میں "ایک حادثہ ایک کہانی" کے عنوان سے مہتمم دارالعلوم دیوبند پر دارالافتاء دیوبند کی طرف سے فتویٰ کفر کا بیان اور تبصرہ۔

ان دونوں واقعات میں فتویٔ کفر جاری کرنے والے مفتی اور فتویٰ سے متاثر ہونے والے دونوں فریقوں کے درمیان محاذ آرائی اور آخر میں بغیر توبہ کے مصالحت کا بھی بیان ہے، جس سے قارئین کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک فتویٰ کی کیا اہمیت رہ گئی ہے، حالانکہ اگر مفتی صاحب نے فتویٰ غلط دیا تو اس پر توبہ لازم تھی، ورنہ جس کے خلاف فتویٰ دیا گیا تھا، اس پر توبہ لازم تھی۔ چونکہ فتویٰ کا معاملہ مشہور و معروف ہو چکا تھا، لہٰذا رجوع کرنے والے فریق پر اعلانیہ توبہ کرنا لازم تھا۔

تابش قصوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اس اشاعت کو اپنے محترم چچا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی اُس جرأتِ بیباک کی طرف منسوب کرتا ہوں جس نے تلواروں کی چھاؤں اور گولیوں کی بوچھار میں بھی کلمۃُ الحق سے منہ نہیں موڑا۔ (عامر عثمانی)

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے — عام سالانہ قیمت پانچ روپے، اس پرچہ کی قیمت ۸

شمارہ ۲	بابت ماہِ اپریل ۱۹۵۶ء	جلد ۷

۱	آغازِ سخن	عامر عثمانی	۲
۲	منظومات	مختلف شعراء	۶۲
۳	انمول ہیرے	جناب حافظ عبدالسمیع صاحب	۶۳
۴	مسجد سے میخانے تک	ملا ابن العرب مکی	۶۵

اشد ضروری

اگر اس دائرے میں ◯ سُرخ نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپ کی خریداری ختم ہے، یا تو آپ منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیجیں یا وی۔ پی کی اجازت دیں، یا اگر آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں، خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی۔ پی سے بھیجا جائے گا۔ جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔

پاکستانی خریدار

اپنا چندہ ہمارے پاکستانی پتہ پر (جو اسی صفحے پر چھپا ہوا ہے) بھیجکر رسید منی آرڈر ہمیں بھیجدیں۔ کیونکہ ہند و پاک کے درمیان وی۔ پی کی آمد و رفت بند ہے۔

منیجر

ترسیل زر اور خط و کتابت دفتر تجلی دیوبند ضلع سہارنپور	ترتیب دینے والے	پاکستان کا پتہ:- جناب [illegible]

خلاف کوئی زبان کھولتا ہے تو اسے ہم دشمن اور الزام تراش اور شر پر ٹھیراتے ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات زبان کھولنے والا سچی بات کہتا ہوتا ہے۔

ایسا ہی ہم زیرِ بحث قضیہ میں دیکھ رہے ہیں۔ علمائے دیوبند کا طرزِ مخالفت بلا ریب و شک یہ واضح کر رہا ہے کہ اصلاح پسند، صاحبِ علم و فضل، حق نواز اور عادل و عاقل ہونے کے باوجود ان حضرات کے خلوص پر نفرت و عداوت غالب آگئی ہے۔ یہ جماعت اسلامی کے حق میں ہدایت و اصلاح کا وہ طرز اختیار نہیں کر رہے جو ہادیٔ برحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین کے حق میں اختیار فرمایا تھا۔ بلکہ وہ طرز اختیار کر رہے ہیں جو ایک نفرت کرنے والا معاند و مخاصم اختیار کرتا ہے۔

اس کی وجوہات کیا ہیں۔ کیا واقعی جماعت اسلامی اس لائق ہے کہ اس کا زن بچہ کولھو میں پیل دیا جائے۔ کیا اس کے نظریات و عقائد میں حقیقۃً ایسی بنیادی خرابیاں پائی جاتی ہیں کہ صلح و مفاہمت کے عوض اس پر بمباری ہی لازم و ضروری ٹھیرے؟

ان سوالات پر یہاں ہمیں بحث نہیں کرنی۔ ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ نفرت و عناد اور مخاصمت کے اگر واقعۃً کچھ اسباب موجود ہیں تو ان میں سب سے قوی سبب وہ مبالغہ پسند اور جذبات زدہ محبت و عقیدت ہے جو ہم مسلمانوں کی اکثریت کو صوفیا و اولیاء سے ہے اور جس کی نفسیات اجمالاً ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔

قصہ یہاں سے شروع ہوا کہ مولانا مودودی نے اپنے مخصوص طریقۂ اصلاح و دعوت کے تحت بعض اولیاء و اتقیاء پر کچھ اس طرح کی تنقیدیں کیں جو اگرچہ سنجیدہ علمی انداز کی تھیں لیکن، جن کا انداز مانوس طرزِ ادب اور مروجہ طریقِ احترام سے ہٹا ہوا تھا۔ ان سے علماء کے جذبات و خیالات کو ٹھیس لگی اور محبت و نفرت کی نفسیات نے اپنا کام شروع کر دیا۔ محبت نے تو یہ اثر دکھلایا کہ تمام محبوب اسلاف کے اقوال و اعمال کا ہر ہر گوشہ ناقابلِ بحث سو فی صدی برحق، تنقید سے بالاتر کامل و اکمل نظر آنے لگا۔ اور نفرت نے یہ اثر دکھلایا کہ مولانا مودودی ایک مخلص نقاد کے عوض جس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے فتنہ پرداز، مخالف، دشمنِ اولیاء، معاند اور گستاخ و بے ادب نظر آنے لگے جن کی ہر بات قابلِ نفرت جس کو
بھی منہ چڑانا جس کا

ادائی نفرین ٹھیری۔ یہ دعویٰ ہمیں نہیں کہ مولانا مودودی نے تصوف یا صوفیاء پر جو کلام کیا ہے وہ حرف گیری سے بالاتر ہے۔ یا جس طرز کو انھوں نے اختیار کیا ہے وہ علماء کے قیاس کردہ اثرات و نتائج سے بالکل خالی ہے۔ نہ ہم اس کے مدعی ہیں کہ مولانا مودودی کے اجتہادات و قیاسات بے خطا اور اٹل ہیں۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ جماعت اسلامی کے بعض اور ذمہ داروں نے صوفیا کے اشغال و وظائف اور مرشدین کے طرقِ ارشاد و بیعت پر جو تنقیدیں کی ہیں وہ ہر پہلو حق بجانب ہیں اور اُن کا طرزِ بیان تخاطب لائقِ اعتراض نہیں ہے لیکن یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ نفرت و محبت کے دوگونہ تاثرات میں ہمارے علمائے کرام اور ان کے ہمنواؤں نے بہت سی ایسی چیزیں بھی جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی طرف منسوب کرنی شروع کر دیں جو بے بنیاد تھیں افترا تھیں۔ الزام محض تھیں۔ ان کے اثبات کے لئے عبارتوں کے تراشے لائے گئے اور ریت پر عمارتیں اُٹھائی گئیں۔ تحقیر و تذلیل کی گئی اور فتوے نکالے گئے۔ کیچڑ اُچھالی گئی اور فقرے کسے گئے۔

اخلاص کا جنازہ نکالنے والی نفرت و عداوت کی نشاندہی کے لئے تقریر و تحریر کی دسیوں شہادتیں عوام کے سامنے آچکی ہیں۔ لیکن صرف نشاندہی نہیں، بلکہ اس نفرت و عداوت کا ڈھنڈورہ بھی اُس فتوے نے پیٹ دیا جس میں قاسم العلوم غزالیٔ وقت حضرت العلامہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود مفتیانِ دار العلوم دیوبند نے نہ صرف اہلسنت والجماعت سے خارج کر دیا، بلکہ نعوذ باللہ من ذالک کافر ٹھیرا دیا!

کیوں؟ صرف اس لئے کہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو وہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی عبارت سمجھے اور جماعت اسلامی کو کسی فرد پر کیچڑ اُچھالنے اور بمباری کرنے میں انھیں جو لطف حاصل ہوتا ہے اسے ایک نفرت کرنے والا قلب ہی محسوس کر سکتا ہے۔ حقیقت میں اگر مفتیانِ کرام کے دل و دماغ پر عناد و نفرت کا پورا تسلط نہ ہوتا تو پہلی ہی نظر میں وہ سمجھ لیتے کہ یہ عبارت جس پر کفر کا فتویٰ لگا رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی ہو ہی نہیں سکتی کیوں کہ اس کا انداز بیان اور اسلوب بداہۃً اب سے کافی پہلے زمانے کا حامل ہے۔ بلکہ جس طرح غصہ، نفرت، جوش، انتقام

کسی انسان پر طاری ہوتا ہے تو عقل و ہوش اور احساس و رجحان اور بصیرت و بصارت سب مغلوب و ماؤف ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے وہ حرکات سرزد ہو جاتی ہیں جن کا ارتکاب وہ عام حالت میں ہرگز نہ کرتا۔ اسی طرح مفتیان کرام کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی بغض و عناد کی گھٹا نے ان کی ساری علمیت اور بصیرت و دانائی کو مغلوب کر کے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ ہو نہ ہو یہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی خامہ فرسائی ہے۔ جب یہ وسوسہ پیدا ہو گیا تو کارگہ عناد میں فتویٰ کفر کے ڈھلنے میں کیا دیر لگتی تھی۔

تفصیل اس اجمال کی سہ روزہ "دعوت" دہلی کی ۱۷ ارجنوری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں ملاحظہ فرمایئے۔ کسی نے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی چند سطریں ان کی کتاب "تصفیۃ العقائد" سے نقل کر کے دار الافتاء دار العلوم دیوبند کو بھیجیں اور پوچھا کہ ان سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں آنجناب کا شرعی فیصلہ کیا ہے؟

خدا جانے کونسی منحوس گھڑی تھی کہ ان عقیل و فہیم مفتیوں کے دماغ میں جن کے ہزاروں فتوے ملک کے کونے کونے کو علم دین کی روشنی پہنچاتے رہے ہیں۔ اور جن کے علم و فضل کی قسمیں تک کھائی گئی ہیں۔ یہ بات آگئی کہ ہو نہ ہو یہ عبارت مودودی کی یا اسکے کسی چیلے کی ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ مندرجہ ذیل فتویٰ صادر فرمایا۔

فتویٰ نمبر ۱۸۱۰۔ الجواب۔

"انبیاء علیہ السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی سمجھنا (العیاذ باللہ) اہل سنت والجماعۃ کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں"

فقط واللہ اعلم سید احمد علی سعید۔ نائب مفتی دار العلوم دیوبند

جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر ہے جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔

مسعود احمد عفا اللہ عنہ

(مہر دار الافتاء فی دیوبند۔ الہند)

کیا ہے کہ فخر الاماثل محترم و معظم جناب مولانا محمد طیب صاحب توضیحی مضمون لکھ کر اشاعت کے لئے اخبارات کو بھیجا ہے۔ یہ ابھی تک ہماری نظروں سے نہیں گذرا بے شک مذکورہ فتوے سے حضرت العلامہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے دامن صافی پر جو سیاہی حد درجہ افسوس ناک طور پر ڈالی گئی ہے اس کو دھونا نہ صرف حضرت موصوف کا فرض ہے۔ بلکہ ہر اُس شخص کا فرض ہے جو حضرت مولانا قاسمؒ کی فضیلت و عظمت سے باخبر ہو۔ اور جو بدنامی اس فتوے سے دار العلوم جیسے معزز ادارے کی ہوئی ہے اسکی مناسب تلافی کرنے کے لئے حضرت مہتمم صاحب سے زیادہ موزوں اور بہتر کون ہو سکتا ہے؟

تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت مہتمم صاحب قبلہ صرف یہی تو کر سکتے ہیں کہ فتویٰ مذکور کی غلطی اور حضرت مولنا قاسمؒ کی عبارت کی صحت و صداقت کو بیش از بیش دلائل سے واضح فرما دیں۔ لیکن یہ چیز فی الحقیقت مناسب تلافی نہیں کر سکتی کیونکہ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاکم بدہن کافر و گمراہ ہونا تو کجا معمولی غلط نویس ہونا بھی نہ تو اُس شخص کے نزدیک درست ہے جس نے اپنے مضمون میں مذکورہ فتوے کو نقل کیا ہے نہ ہم ایک منٹ کو بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ایسی بات نکل سکتی ہے جو قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہو مضمون نگار کا اور ہمارا بالیقین یہی خیال اور فیصلہ ہے کہ غلطی فتوے دینے والوں کی ہے۔ اور غلطی کے پیچھے بے علمی نہیں عصبیت کارفرما ہے۔ تب مولانا قاسم صاحبؒ کی عبارت کی توثیق و تصویب تحصیل حاصل سے زیادہ کچھ نہیں۔ بلکہ اس سے یہ حقیقت اور بھی زیادہ ثابت و صادق ہو جائے گی کہ زاویۂ نظر اور نیت اگر صالح نہ ہو تو صحیح سے صحیح تر چیز بھی غلط سے غلط تر نظر آ سکتی ہے۔ نیز یہی مفتی ہیں جن کے قلم سے مودودی اور جماعت اسلامی کے بارے میں مخالفانہ فتووں کا صدور ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا جتنی جتنی مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصویب و تصدیق کی جائے گی اتنی ہی اتنی یہ بات مسلم اور محقق ہوتی چلی جائے گی کہ عبارات کے تراشوں پر مبنی ہوئے سابقہ فتوے غلط در غلط تھے۔ جو شخص یا اشخاص سورج کو سیاہی کا گولہ سمجھ کر الکم اس کے تاریک تر ہونیکا فتویٰ

بکر عادل نقد کم روشن چیز کے ا

ماہنامہ تجلّی دیوبند

خاص نمبر

ایڈیٹر۔ عامر عثمانی (فاضل دیوبند)

Annual Rs 7 1/50 n.P

آغازِ سخن

ایک کہانی، ایک حادثہ!

یہ کہاوت جتنی پرانی ہے اتنی ہی درست بھی ہے کہ

"انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے"

کون ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاسکے کہ اس کی پوری فردِ عمل خطا و نسیان کی چھاپ سے خالی ہے۔ آدمی سے خطا ہو اور پرہو۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بڑے سے بڑے عالم، فقیہ یا دانشور سے فکر و عمل کی چوک ہو جانا اس کی عظمت کے منافی نہیں ہوا کرتا۔

ہاں آدمی کے کردار و سیرت کی جانچ اس وقت ہوتی ہے جب اسے اس کی خطا سے آگاہ کیا جائے۔ اس وقت جو بھی ردِ عمل اس کی طرف سے ظاہر ہوگا اس کے آئینے میں بالغ نظر حضرات اس کے باطن کے خفی گوشے دیکھ سکیں گے اور فیصلہ کیا جاسکے گا کہ اس کے ضمیر، اس کی صداقت پسندی اور اس کے نفس کا کیا حال ہے۔

ابھی دسمبر ۶۲ء کے آخری عشرے میں یہ حادثہ پیش آچکا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی جناب مولانا مہدی حسن صاحب نے کسی مستفتی کے پیش کردہ استفتاء پر بعض عبارتوں کو کفر و ضلالت کا گنجینہ قرار دیا مگر ان کی قسمت سے یہ عبارتیں نکلیں جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی۔ پھر تو وہی آزمائش کی نازک گھڑی آپہنچی جو آدمی کے جسم سے اوپر کی کینچلی اتار دیتی ہے اور وہ آئینے کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔

واقعہ مع تفصیل کے اخبارات میں آچکا ہے اور ہند و پاک کے جریدوں میں اس پر متعدد ریمارک بھی ہوئے ہیں۔ خاص طور پر مدیر فاران کراچی نے بہت بسط سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ تمام قارئینِ تجلی بھی اس داستانِ عبرت سے آگاہ ہی ہوں، لہٰذا ہم استفتاء اور فتویٰ دونوں نقل کر کے اس پر کچھ عرض کریں گے۔ عرض کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اب تک کسی بھی تبصرہ کرنے والے نے بے لاگ انصاف کا حق ادا نہیں کیا۔ ایک اُٹھتا ہے تو مہتمم صاحب کو واحد مجرم قرار دے ڈالتا ہے۔ دوسرا اُٹھتا ہے وہ سراسر خاطی مفتی صاحب کو باور کراتا ہے۔ بعض لطیف اور قابلِ لحاظ گوشے بھی کسی کی توجہ حاصل نہیں کر پائے، حالانکہ ہمارے نزدیک اس قضیے کا عبرت انگیز پہلو یہ نہیں کہ دو بڑی ہستیوں میں سے ایک نے یا دونوں نے کوئی غلطی کی۔ غلطی تو آدمیت کا زیور ہے۔ غلطی سے مبرا ہونے کے دعویداروں کو اپنا شجرۂ نسب فرشتوں سے جوڑ دینا چاہیے۔ عبرت انگیز یہ پہلو ہے کہ غلطی کے انکشاف کے بعد متعلقہ حضرات کا کیا ردِ عمل رہا اور یہ ردِ عمل کردار و سیرت کے کن مخفی گوشوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ جن حضرات نے اس قضیۂ نامرضیہ سے متعلق ساری تحریریں پڑھ لی ہوں گی انھیں بھی ان صفحات میں کچھ نئی باتیں اور منفرد زاویے مل جائیں گے ان شاء اللہ۔

یہ ہم بتا دیں کہ اتنی تاخیر سے کس لئے یہ داستان تجلی میں دی جا رہی ہے جبکہ تجلی کی پچھلی تاریخ اس سکوت و تساہل سے مطابقت نہیں رکھتی۔ بات یہ ہے جب یہ حادثۂ فاجعہ پیش آیا تو ہمیں رنج و حزن کے جذبات نے اپنے

گھیرے میں لے لیا۔ بظاہر بغلیں بھی بجائی جا سکتی تھیں، لیکن رسوائی خواہ مہتمم کی ہو یا مفتی کی وہ ہماری ہی تو رسوائی ہے ہماری عزت و ذلت کا مدار ہمارے بزرگوں پہ ہے۔ دونوں ہی معظم حضرات ہمارے بزرگ تھے۔ راہنما تھے۔ قوم کی ناک اور ملت کے مقتدا تھے۔ ان کی لغزشوں اور بے احتیاطیوں پر گھی کے چراغ جلانا خود اپنی قبر پر چراغاں کرنے کے سوا کیا تھا۔ بھاگے بھاگے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی خدمت میں پہنچے اور راہنمائی چاہی کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ باریابی کی حاضری میں کیا کیا باتیں ہوئیں یہ کہانی تو طویل ہے بس حاصل سمجھ لیجئے کہ فی الوقت سکوت کو اولیٰ قرار دیا گیا۔

"انتظار کرو اور دیکھو" کا موقف اس وقت اس لئے بھی بہتر تھا کہ بعض اکابر کی ملاقاتیں حضرت مفتی صاحب سے جاری تھیں اور نہیں معلوم تھا کہ ——— یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین!

دوسری طرف مہتمم صاحب علیل تھے اور ان سے گفتگو کا حاصل بھی یہی نکلا کہ فوری طور پر کچھ لکھنا قبل از وقت ہوگا۔

اس ڈرامائی ساعت میں اس صورت حال نے اور بھی ڈرامائیت پیدا کر دی تھی کہ باوجود بعض بزرگوں کی تفہیم کے حضرت مفتی صاحب رجوع پر آمادہ نہیں ہوئے تھے اور ان کی سنگین استقامت سے عاجز آکر ذیلی علماء ایک نیا فتویٰ مرتب کرنے کی زمین ہموار کر رہے تھے جس کے ذریعہ حضرت مہتمم صاحب کے دامن سے کفر و زندقہ کی اُس سیاہی کو دھویا جائے جو حضرت مفتی صاحب کی لگائی ہوئی تھی۔

ہم کان دبا کر بیٹھ گئے اور فروری کا تجلی اس کہانی سے خالی رہا۔ یہ اعلان اس میں بھی آ ہی گیا تھا وہ بھی استاذ مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب کی اس اجازت کے بعد ہی آیا تھا کہ اب آپ لکھ سکتے ہیں۔

پھر جو کچھ اب لکھا جا رہا ہے یہ بھی اذن کے بعد ہی ہے خود مہتمم صاحب دام ظلہ سے کافی طویل گفتگو کرنے اور ایما لے لینے کے بعد ہی قلم پکڑا گیا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ قلم پکڑنے کے بعد ہم ذوات و شخصیات کی نیازمندیوں سے بالاتر ہو کر صرف وہی لکھنے کے عادی ہیں جس پر ہمارا ضمیر اور ایمان و دیانت صاد کر دیں۔ حق و صداقت ہر شے سے بلند ہیں۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ۔

اب آپ استفتاء ملاحظہ فرمائیں جو ضلع بھاگلپور سے دارالعلوم ہی کے ایک فاضل جناب انیس الرحمان قاسمی نے دارالافتاء کو بھیجا تھا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا ۝ کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:-

اقتباس ۱:- "یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گذر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذراء کے سامنے جس شبیہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماری وہ شبیہ محمدیؐ تھی۔

اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔"

اقتباس ۲:- "پس حضرت مسیحؑ کی ابنیت کے دعویدار ایک حد تک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو۔"

اقتباس ۳:- "حضورؐ تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے جس سے ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ۔"

اقتباس ۴:- بہرحال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو

حضورؐ سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت اور مقامات خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کی بارگاہِ محمدی سے خَلقاً و خُلقاً رتبتاً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ و بیٹوں میں ہونی چاہیئے۔"

براہِ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت و عدم صحت کو ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا "شرعی دعویٰ" کرنے والا اہلسنت والجماعت کے نزدیک کیا ہے؟ المستفتی

الجواب :-

جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں ان کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کر رہا ہے، بلکہ در پردہ قرآنی آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرینؒ نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے وہ شبیہہ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ السلام اور صحابۂ کرامؓ نے کبھی یہ نہ سمجھا بلکہ "مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون) کلمۃ القاھا الیٰ مریم و روح منہ" فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا (الیٰ قولہ تعالیٰ) فقال انما انا رسول ربك لاھب لك غلاما زکیا۔" قال ربك ھو علیّ ھین ولنجعلہ آیۃ للناس الیٰ اٰخر الاٰیات "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" کے قائل تھے اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوش خبری سنانے آیا تھا۔ شخص مذکور ملحد و بے دین ہے، عیسائیت کی نہ دیا کی روح اس کے جسم میں سرائیت کئے ہوئے ہے۔ وہ اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسٰی ابن اللہ کو صحیح و ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علی رؤس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے۔ نیز لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ بن مریم الحدیث۔ بانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن و احادیث اور جملہ مفسرینؒ اور اجماع امت کے خلاف ہیں مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیئے، بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند

یہ استفتاء اور جواب روزنامہ دعوت (دہلی) میں شائع ہوا اور ساتھ ہی یہ زلزلہ افگن راز بھی اسی میں بے نقاب کیا گیا کہ استفتاء کے اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" کے ہیں۔

ویسے ہمارے لئے تو یہ راز راز نہ تھا، کیونکہ یہی استفتاء چند ماہ قبل قاسمی صاحب نے ہمیں بھی بھیجا تھا اور اس میں مہتمم صاحب کے نام کی پردہ داری نہیں کی گئی تھی۔ تجلی میں کسی سوال و جواب کی فوری اشاعت تو یوں بھی آسان نہیں ہوتی پھر اس استفتاء کے بارے میں ہم نے خیال کیا کہ خود حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو کر لینے کے بعد جواب لکھیں۔ مگر ان دنوں موصوف زیادہ تر سفر میں رہے اور جن دنوں دیوبند قیام رہا راقم الحروف باہر چلا گیا۔ اس طرح یہ معاملہ ٹلتا رہا اور ٹلنا بھی فی الحقیقت ایک تقدیری امر تھا۔ تقدیر ساز ہی نے جب یہ طے فرما دیا ہو کہ مفتی مہدی حسن صاحب کا قلم مہتمم صاحب کی تکفیر کرے اور اولوالالباب کے لئے عبرت کا سامان فراہم ہو تو ہمارے قلم سے فوری جواب کیونکر نکل جاتا۔

قدرت کے کھیل نرالے ہیں۔ مشہور کہاوت ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

ابھی زیادہ مدت نہیں گذری کہ ذمہ دارانہ تحقیق کے بغیر فتویٰ دینے کی خراب عادت نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو وادیِ کفر تک پہنچا یا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آئندہ ایسے عاجلانہ فتوے نہ صادر کئے جائیں لیکن عبرت پذیری کم ہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ اپنی عظیم ذمہ داریوں کا پورا احساس کئے بغیر حضرت مفتی صاحب آج بھی بے احتیاطی پر قائم ہیں۔ ایک اسی فتوے کا معاملہ

نہیں۔ اور بھی کتنے ہی فتوے وقتاً فوقتاً ان کے قلم سے ایسے نکلتے رہتے ہیں جو نہ نکلنے چاہئیں، لیکن ان کی زد چونکہ کسی ایسے خطرناک نشانے پر نہیں پڑتی جو ان کی راتوں کی نیندیں حرام کردے اس لئے بات بڑھتی نہیں۔

بہرحال استفتاء اور فتویٰ آپ نے پڑھ لیا۔ اب وہ وضاحتی بیان ملاحظہ فرمایئے جو حضرت مہتمم صاحب کیطرف سے اس ہنگامہ خیز حادثہ کے بعد دفتر اہتمام کے انچارج مولوی عبدالحق صاحب نے اخبارات میں شائع کرایا ہے۔

وضاحتی بیان

اخبار دعوت دہلی مورخہ ۲۲ر دسمبر ۶۲ء میں حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے والا ایک استفتاء اور فتویٰ شائع ہوا ہے جس کو دیکھ کر ملک کے مختلف حصوں سے استفسارات آنے شروع ہو گئے۔ سوالات چونکہ باختلاف عبارات یکساں تھے اس لئے اس فتوے سے پیدا شدہ غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے درج ذیل جوابات تحریر فرمائے ہیں:۔

(۱) کیا واقعی آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے اور کیا آپ کی ان عبارات کا مطلب بھی یہی ہے جو مستفتی نے آپکی کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" سے پیش کی ہیں۔

جواب:۔ حاشا ثم حاشا نہ میرا یہ عقیدہ ہے اور نہ میری کسی عبارت کا یہ مفہوم یا اس سے میری مراد ہے، اس بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو تمام اہل سنت والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلا باپ کے محض مریم عذراء کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ ابن اللہ نہ تھے، ابن مریم تھے۔ نیز ان کے تولد کے بارے میں بھی اپنا وہی عقیدہ ہے جو قرآن حکیم کی روشنی میں تمام اہل سنت والجماعۃ کا سلف سے خلف تک چلا آرہا ہے کہ مریم پاک کے سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بشر سوی (کامل الخلقۃ) کی صورت میں نمایاں ہوئے۔ ان کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حاملہ ہوگئیں۔

بطور استنباط ایک علمی لطیفہ کے طور پر اس کتاب میں جو کچھ عرض کیا ہے وہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مریم صدیقہ کے سامنے ظاہر ہوتے وقت صورت محمدی میں تھے اور بشر سوی اور کامل الخلقت ہیئت شبیہ محمدیؐ تھی اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شبیہ محمدیؐ سے ایک تمثالی ابنیت کی نسبت ہوگئی اور ان کے معجزات و کرامات میں جو غیر معمولی یا زیادہ تر صورت سازی، صورت نمائی، صورت آرائی اور صورت زیبائی کی شان پائی جاتی ہے، یہ اسی صورت محمدیؐ کے آثار ہیں جس کی تمثالی نسبت سے مسیح علیہ السلام اپنے بدء خلقت میں مستفید ہوئے۔ ظاہر ہے کہ مریم صدیقہ کے سامنے نہ حضور علیہ السلام جلوہ گر ہوئے نہ آپ کی ذات وہاں موجود تھی۔ موجود تھے تو صرف جبرئیل علیہ السلام جن پر حسب استنباط مذکورہ شبیہ محمدی چھائی ہوئی تھی تو نہ یہاں کسی واقعی یا حقیقی ابنیت کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ ابوت کا۔ صرف ایک تمثالی اور شباہتی ابنیت سامنے آتی ہے جو نسبت یا انتساب کا درجہ رکھتی ہے نہ کہ نسب کا۔ پس اس پر کچھ شرعی قرائن اور کچھ متقدم علماء کے کلام سے استشہاد کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ کے پیدا ہونیکے عقیدے پر اس تمثالی ابنیت سے جبکہ وہ بدرجۂ استنباط بھی ہو نہ کہ بدرجۂ عقیدہ کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ وہ عقیدہ اپنی جگہ جو واجب الاعتقاد ہے یہ علمی لطیفہ اپنی جگہ ہے جس کا نہ ماننا ضروری ہے نہ ترک ضروری۔

مسئلہ میں پیچیدگی بظاہر اس سے پیدا ہوئی ہے کہ میں نے شیخ عبدالغنی نابلسی کے کلام کو (جو اہل سنت کے موقف سے کچھ ہٹا ہوا تھا) اس موقف سے قریب کرنے اور باہمی تطبیق دینے کی سعی کی تاکہ ان کا کلام مخالف اہل سنت والجماعۃ نہ رہے۔ اس میں تعبیری دقت اور نزاکت پیدا ہوئی، مگر یہ کوئی جرم کی بات نہیں کہ کسی بڑے کے کلام کی توجیہ کرکے

اسے سلف کے موقف سے ہٹنے نہ دیا جائے ورنہ اس تمثالی ابنیت کے نکتے اور اس کی عرض کردہ تفسیر نیز اس کی تعبیر میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اور نہ ہی یہ نکتہ کسی نص کے خلاف ہے بلکہ اسکی تائید یں اور بھی محققین کے کلاموں میں ملتی ہیں تاہم پھر بھی یہ کوئی اصرار کے قابل بات نہیں اس کا رد اور قبول میرے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

سوال:۔ (۲) کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یا بیک وقت دو خاتم مانتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی کتاب میں خاتم تسلیم کر رہے ہیں۔

جواب:۔ معاذاللہ یہ دو خاتموں کا عنوان آپ کی اس تحریر سے پیشتر کبھی حاشیۂ خیال میں بھی نہیں گذرا چہ جائیکہ اس خلط تخیل کو کتاب کا موضوع بنا کر پیش کیا جاتا۔ اس کتاب کی کسی عبارت کا نہ یہ مفہوم ہے اور نہ میری مراد ہے نہ عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی سلسلہ کے پیغمبروں کا خاتم کہا گیا ہے اس سے نہ تو حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے نہ دو متوازی خاتم ثابت ہوتے ہیں۔

حقیقی معنی میں خاتم الانبیاء صرف حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔ آپ زمانی خاتم بھی ہیں۔ منصب و مقام کے لحاظ سے بھی خاتم ہیں اور ذات کے لحاظ سے بھی خاتم ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین کے لفظ کا جب اطلاق کیا جائیگا تو صرف آپ ہی کی ذات مراد ہوگی جیسا کہ میں نے اپنے ایک رسالہ خاتم النبیین میں اس کو کافی مدلل اور مبرہن طریقہ پر واضح کیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اگر اسرائیلی سلسلے کے خاتم ہیں تو نہ وہ اصطلاحی ختم نبوت ہے کہ ان پر خاتم النبیین کا اطلاق صحیح ہو اور نہ اس سے حضورؐ کی ختم نبوت پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے کہ دو متوازی خاتموں کا سوال کھڑا کیا جائے۔

بہرحال قرآن کریم نے جب ہر قوم اور ہر امت کے لئے ہادی، نذیر اور رسول تسلیم کئے ہیں اور قوموں کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی جس سے ان اقوام میں نبوتوں کا آغاز بھی ہوا ہے اور اختتام بھی۔ اسی طرح اور ... ہو تو ان کے سلسلے میں سب سے آخری پیغمبر کو اس سلسلے کا خاتم کہدیا جائے تو اس سے حقیقی خاتم النبیینؐ کے منصب خاتمیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ان کو خاتم کہنا ایک اضافی اور نسبتی بات ہوگی اور حضورؐ کو خاتم کہنا ایک حقیقی اور منصبی بات ہوگی جس سے معاذاللہ نہ ختم نبوت کے انکار کا شاخسانہ کھڑا ہو سکتا ہے اور نہ دو متوازی خاتموں کا عنوان ہی پیدا کیا جا سکتا ہے۔

(مولانا) محمد عبدالحق صاحب انچارج دفتر اہتمام
دارالعلوم دیوبند یکم شعبان ۱۳۸۲ھ

ٹھیک اسی وقت وہ فتویٰ بھی پریس میں آگیا جس کے بارے میں ہم بتا چکے ہیں کہ مفتی مہدی حسن کے رجوع سے مایوس ہو کر علمائے کرام اس کی تسوید کی فکر میں تھے۔ اس فتوے کے مرتب نائب مفتی مولانا جمیل الرحمان صاحب ہیں اور اس پر مفتی محمود احمد صاحب اور دارالعلوم کے تمام بڑے استادوں کے دستخط ثبت کرائے گئے ہیں۔ اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ مہتمم صاحب کی جن عبارتوں پر اعتراض کیا جا رہا ہے وہ اعتراض سے بالاتر ہیں۔

اظہار رائے ہم بعد میں کریں گے۔ ابھی آپ شاندار رجوع بھی ملاحظہ فرمالیں جو اسی جوار بھاٹے کے دور میں مفتی مہدی حسن صاحب کی طرف سے شائع ہوا اور اس کے اثر سے سمندر کا خروش بظاہر مائل بہ سکون ہو گیا۔

لطف یہ ہے کہ رجوع پر آمادگی ظاہر کئے بغیر حضرت مفتی صاحب انھی دنوں اپنے وطن چلے گئے تھے اور وہاں سے حضرت مہتمم صاحب کو جو خط لکھا تھا اس میں بھی کم و بیش یہ الفاظ ضرور موجود تھے کہ رجوع مصلحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے ذاتیات و شخصیات متاثر ہوتی ہیں۔

اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کیا پیش آیا اور کس نے مفتی صاحب کے قلب میں رجوع کا خیال ڈال دیا کہ چند ہی روز بعد الجمعیۃ (بابت ۱۱ رجنوری ۱۹۶۳ء) میں مندرجہ ذیل اطلاع خود مفتی صاحب کی طرف سے شائع ہوتی ہے۔

نقل مطابق اصل

ملاحظہ ہو:۔

اِطلاعِ عام

جمادی الاولیٰ ۸۲/۵ھ کو مولوی انیس الرحمٰن قاسمی ساکن ضلع بھاگلپور نے بغیر ذکر نام کتاب کے چند اقتباسات پیش کرتے ہوئے سوال کیا تھا کہ یہ چار اقتباسات اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب دیا جائے۔ سائل کی ایمانداری اور دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس کتاب کے اقتباسات پیش کئے گئے تھے صاحبِ کتاب سے خود براہ راست مراد و مقصود کو متعین کرا لیتے کہ ان عبارتوں کا کیا مطلب ہے۔ اہل سنت کے مسلک اور ظاہر قرآن و حدیث کے مخالف تو نہیں ہے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ کتاب و مصنف دونوں کا نام چھپا کر سوال کی صورت میں اقتباس پیش کئے گئے۔ اقتباسات اپنی ظاہری صورت و عبارت کے لحاظ سے ظاہر آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ اور مسلک اہل سنت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ۲۰ ۸۲/۵ھ کو اس کا جواب لکھا گیا اور روانہ ہو گیا۔ اس جواب کے پہنچنے کے بعد بھی سائل کے ذمہ ضروری تھا کہ صاحب کتاب سے دیانت داری کے ساتھ مقصود و مراد کی وضاحت کرا لیتے لیکن یہ صورت بھی نہ ہوئی بلکہ ہنگامہ اور فتنہ برپا کرنے کے لئے سوال و جواب کو اخبار دعوت دہلی مورخہ ۲۲ دسمبر ۶۲ء میں شائع کرا دیا۔ جواب کے لکھنے کے وقت تک مجھے کتاب کے نام اور صاحب تالیف کسی کا علم نہ تھا کہ یہ اقتباس کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" کے ہیں جو کہ حکیم الاسلام حضرت مہتمم صاحب دار العلوم کی تصنیف ہے۔ اخبار دعوت دیکھنے کے بعد علم ہوا اور کتاب کا مطالعہ کیا۔ جواب صرف قاسمی مکتب خیال کے مولوی انیس الرحمٰن صاحب کے اعتماد پر لکھا گیا تھا۔ اخبار دعوت میں اشاعت کے بعد علم ہوا کہ مقصود حقانیت نہ تھی عوام کے ذہنوں کو پریشان کرنا اور کسی قلبی مضمر شے کا بخار نکالنا تھا ورنہ اشاعت نہ کی جاتی اور مؤلف مدظلہٗ سے تحقیق کر لی جاتی۔ اب جبکہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم نے اپنے وضاحتی بیان میں اقتباسات کے متعلق توضیح و تشریح فرما دی اور مقصود کو ظاہر فرما دیا جو اخبار الجمعیۃ مورخہ ۹ شعبان میں شائع ہو چکا ہے اس کی روشنی میں جواب کا حکم ان اقتباسات کتاب اور صاحب کتاب پر عائد نہیں ہوتا۔ اس بیان کی روشنی میں میں اپنے جواب سے رجوع کرتا ہوں کہ یہ جواب اس وضاحت بیان کے بعد کالعدم ہے اطلاعِ عوام کے لئے یہ تحریر لکھ دی تاکہ فتنہ اور ہنگامہ پیدا نہ ہو۔ اسلامی جماعت کے ارکان کے ایمان و دیانت کا مقتضی یہ نہیں ہے جو اس قسم کے سوال میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس سے کئی سال قبل بھی گمنام اقتباس نقل کر کے جواب حاصل کیا گیا تھا۔ سائل کی ایمانداری یہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو اور کتاب و مؤلف کو ظاہر کر دے کہ میں کون ہوں اور کیوں سوال کر رہا ہوں اور کتاب کا نام کیا ہے تاکہ اس کے سیاق و سباق کو دیکھا جائے تاکہ مقصود واضح ہو۔ الحاصل جواب سے میں نے رجوع کر لیا ہے۔ وضاحت کے بعد جواب کا وہ حکم اقتباسات پر عائد نہیں ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

سید مہدی حسن (صدر مفتی دار العلوم دیوبند)

یہ ہوا اس ڈرامے کا ڈراپ سین اور اب ہم اسکے مالہٗ وما علیہ پر اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

سب سے پہلے غور طلب یہ ہے کہ مہتمم صاحب کی جن عبارتوں پر مفتی صاحب نے اندھیرے میں فتویٰ لگایا ہے ان کی حیثیت آخر ہے کیا؟ کیا وہ واقعی ایسی ہیں کہ ان پر بے دھڑک کفر و الحاد کا فتویٰ لگا دینا چاہئے یا مفتی صاحب نے حدودِ عدل سے تجاوز کیا ہے؟

ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ مہتمم صاحب کا پیش کردہ نکتہ اگرچہ کئی اعتبار سے لائق گرفت ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ اسے شد و مد کے ساتھ کفر و الحاد کا گنجینہ قرار دیا جائے اور ایسی شدید برہمی ظاہر کی جائے جیسی مفتی صاحب نے کی ہے۔

مہتمم صاحب نے اپنے وضاحتی بیان میں جو کچھ کہا ہے اس کے بغیر بھی خود ان اقتباسات ہی سے جن پر فتویٰ دیا گیا ہے یہ بات ظاہر تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کی ابنیت بطور

تمثال و تشبیہ بیان کی جارہی ہے اور یہ بھی کہ باپ اللہ کو نہیں بلکہ ایک انسان کو بنایا جارہا ہے جو اگرچہ سب سے بڑا پیغمبر ہے مگر بہر نوع بشر ہی ہے اور کسی بیٹے کا باپ بننے کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔ بڑی سے بڑی بات جو ان اقتباسات کے بارے میں کہی جاسکتی تھی یہ تھی کہ ان کا مصنف خیالات کی تاریک وادیوں میں بھٹک گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ بہت سے قارئین کو بھی بھٹکا دے گا۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہا جاسکتا تھا کہ ایسے نکات قابلِ رد ہیں، گمراہ کن ہیں، جرم و گناہ ہیں۔

الفاظ کچھ بھی ہوتے اور کتنا ہی غصہ مفتی صاحب ظاہر فرماتے، لیکن مسلمان پر کفر و الحاد کا فتویٰ آخری فتویٰ ہے۔ عدالت کسی قتل کے ملزم کو پھانسی کی سزا اسی وقت دیتی ہے جب ثبوت و شہادت شبہ سے بالاتر ہو اور کوئی گنجائش بری کرنے کی باقی نہ رہ جائے۔ ذرا سی بھی خامی رہ جانے پر وہ نسبتاً ہلکی سزا پر اکتفا کرتی ہے کیونکہ پھانسی کی سزا تو آخری سزا ہے جسے وثوق و یقین ہی کی حالت میں نافذ کیا جاسکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح مفتی صاحب کو توازن، تعدیل اور حقیقت پسندی سے کام لینا چاہئے تھا۔

ویسے یہ ہمیں یقین ہے کہ فتوے کے پیچھے دین کی محبت اور کفر و الحاد کی نفرت ہی کارفرما ہے مفتی صاحب نے سمجھا کہ ہو نہ ہو یہ عبارتیں کسی سڑے ہوئے بدعتی یا قادیانی کی ہوں گی۔ کج فکر اور شیطان زدہ لوگ آج جیسی جیسی فتنہ سامانیاں کر رہے ہیں ان کا تقاضا تو یہی ہے کہ باطل و فاسد عادی اور موہوم نکات کی سختی سے تردید و توبیخ کی جائے۔ مفتی صاحب کا جوش اور غصہ خالص نفسانیت کا پیدا کردہ نہیں بلکہ اصلاً وہ جذبۂ حق پرستی ہی سے جڑا ہوا تھا مگر صرف جذبہ اور جوش ہی دنیا میں سب کچھ نہیں اس کے ساتھ بردباری تفکر، توازن اور دوراندیشی بھی ہونی چاہئے۔ مفتی صاحب نے اگر مستفتی سے صاحبِ اقتباس اور کتاب وغیرہ کا حال دریافت کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا جب بھی ٹھنڈے دل و دماغ سے اقتباسات کے ایک ایک لفظ پر غور کرنا اور یہ دیکھنا ضروری تھا کہ جرم کس درجے کا ہے۔ جرم چوری بھی ہے اور قتل بھی لیکن ظاہر ہے کہ جو حاکم جوش میں آکر چور کو پھانسی کا فیصلہ سنا دے گا وہ ظالم و خاطی ہی سمجھا جائیگا۔ سزا جرم کے مطابق ہونی چاہئے۔ کفر کا فتویٰ بے دریغ صادر کر دینا حالانکہ اقتباسات میں کفر صریح موجود نہیں بے احتیاطی کا شاہکار ہے۔ گمراہ کن باتوں پر جوش میں آجانا بجا لیکن دین کی محبت کے ساتھ باطن کے چھپے ہوئے چور بھی شریک کار ہو جائیں تو خیر سے زیادہ شر کو فروغ ملے گا۔ حضرت مفتی صاحب بظاہر بڑی موثر شخصیت کے مالک ہیں انھیں دیکھ کر جنیدؒ و شبلیؒ کا دھوکا کھایا جاسکتا ہے لیکن سچ مچ کی بزرگی شکل و صورت اور لباس و وضع کا جزوِ لازم نہیں ہے۔ ہم آگے اُن گوشوں کی نشاندہی کریں گے جن سے یہ اندازہ کیا جاسکے گا کہ ممدوح کے اخلاقِ عالیہ کن منازل میں ہیں۔

اولاً ہمیں مہتمم صاحب کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ جناب کا زیرِ بحث لطیفہ بلا شبہ کفر و الحاد نہیں ہے مگر ایسا بے ضرر اور پاکیزہ بھی نہیں ہے کہ اس کی مغالطہ انگیزی کا اتنا ہنگامہ خیز مظاہرہ سامنے آجانے کے بعد بھی آپ اسکی اباحت پر اصرار کئے جائیں۔

علمی پہلو سے اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ اپنے اعتراف ہی کے مطابق بیان تو فقط ایک لطیفہ کر رہے ہیں مگر بیچ میں لے آئے ہیں شریعت کو اور بات کہی ہے اس انداز میں کہ لطیفے اور عقیدے کے مابین کوئی واضح امتیاز باقی نہیں رہ گیا ہے۔

مفسرینِ سلف کی عظمت اپنی جگہ مسلّم لیکن کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ ان کی ضخیم تفسیروں میں لعل و یاقوت کے ساتھ کوڑا کباڑ بھی ہے اور علوم و معارف کے پہلو بہ پہلو خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی سخن سنجیوں کو میزانِ تنقید میں تولے بغیر سینے سے لگا لینا کم سے کم آپ جیسے علم و فضل والے کے شایانِ شان نہیں ہے آپ کی روشن فکری سے امت بے غبار اُجالوں کی امید رکھتی ہے۔

مفسرین کی طرح صوفیا بھی تصور و فکر سے بالاتر نہیں ہیں۔ شیخ عبدالغنی نابلسی اگر ایک شوشہ چھوڑ گئے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ آپ جیسا معقولیت پسند اسے سانچے میں ڈھالنے کی سعی فرمائے۔

آپ کے لطیفے کی بنیاد اس پر ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آئے تھے۔ ہم عرض کرتے ہیں یہ بنیاد ہی مضبوط نہیں۔ درجۂ یقین تک پہنچانے والی کوئی دلیل اس پر نہیں پائی جاتی۔ پھر مان لیں کہ ایسا ہوا ہی تھا تو جناب کو معلوم ہے کہ ہمارے حضورؐ کی خدمت میں جبرئیلؑ دحیہ کلبیؓ کی شکل میں متعدد بار آئے ہیں۔ یہ تشکل اگر لطائف کے اخذ و استنباط کے لئے موزوں ہو سکتا ہے تو کیا اسلاف میں سے کسی مستند عالم و شیخ نے ایسا ہی کوئی نکتہ دحیہ کلبیؓ اور حضورؐ کی نسبت کے بارے میں بھی پیدا کیا ہے؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ جبرئیلؑ دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آئے اس لئے دحیہ کلبیؓ حضورؐ کے تمثیلی استاد ہیں، یا ان کے بشری وجود کو ملکوتیت سے کوئی تمثیلی رابطہ ہے؟

ہمارے علم کی حد تک کسی نے یہ نکتہ نہیں پیدا کیا پھر حضرت عیسیٰ کے سلسلے میں اس کی کیسے گنجائش نکل سکتی ہے؟ علاوہ ازیں یہ عجیب بات ہے کہ جبرئیلؑ حضورؐ کی شکل میں آئے تو اس چند لمحے کے تشکل کو تو آپ نے حضورؐ کے لئے تمثالی والدیت کے لئے کافی سمجھ لیا لیکن جو جبرئیلؑ پھونک مار رہے تھے، انھیں والد قرار نہیں دیا، حالانکہ منطق تو یہ کہتی ہے کہ تمثالی والدیت جبرئیلؑ میں نسبتاً زیادہ پائی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر زید کو لیجئے جس نے بکر کا بھیس بدل کر طلحہ کے گولی مار دی۔ تو کیا یہ کہنا مضحکہ خیز نہ ہوگا کہ تمثالی قاتل بکر ہے اور زید تو قاتل ہی نہیں ہے کیونکہ اس نے بکر کا میک اپ کر رکھا تھا۔ ظاہر ہے اگر آپ کسی حیثیت اور درجے کا قاتل بکر کو بھی قرار دینے لگیں گے تو یہ بہرحال ضروری ہوگا کہ اصل قاتل زید ہی کو مانیں۔

آپ کا نکتہ یہ بتاتا ہے کہ جبرئیلؑ کے پھونک مارنے کے عمل کو آپ بمنزلۂ مباشرت قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب میں آپ نے صراحتہً یہ الفاظ لکھے بھی ہیں کہ پھونک گویا بمنزلۂ نطفہ کے ہے۔ ہم نہیں جانتے حضرت مریمؑ جیسی عفیفہ کے سلسلے میں جس کی پاکدامنی پر قرآن گواہی دے رہا ہے اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا آپ کے دل نے کیسے گوارا کر لیا، حالانکہ وجدان اس پر تلملا اٹھتا ہے۔ مانا کہ آپ تشبیہ و تمثیل کی کر رہے ہیں مگر الفاظ کی ظاہر شکل بھی اپنا ایک اثر رکھتی ہے۔ ہر شخص بہت آسانی سے بتا دیتا ہے کہ میں فلاں ماں باپ کا بیٹا ہوں لیکن یہ وہ کبھی نہ کہے گا کہ میں فلاں مرد و زن کی صحبت کا نتیجہ ہوں۔ حالانکہ معنوی فرق دونوں باتوں میں قطعاً نہیں، لیکن الفاظ بدلے ہوتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ آنجناب کے نکتے کا ہے کہ اگرچہ زور فقط تمثیل و تشبیہ پر ہے مگر الفاظ جنسیت کا رنگ دیے لئے ہوئے ہیں جو حضرت مریمؑ جیسی عفیفہ کے ذکر و بیان میں ذوقِ سلیم پر نہایت گراں گذرتے ہیں۔

علاوہ ازیں جبرئیلؑ کا حضورؐ کی شکل میں آنا تو ولادتِ عیسیٰ کے ساتھ اسی طرح کوئی ربط نہیں رکھتا جس طرح جبرئیلؑ کا دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آنا ملکوتیت یا معلّمی سے کوئی ربط نہیں رکھتا مگر پھونک مارنا بہرحال ربط رکھتا ہے لہٰذا اول درجے کا تمثالی باپ جبرئیلؑ کو قرار دیجئے پھر کہیں حضورؐ تک نوبت پہنچے گی۔ بلکہ شاید پہنچے ہی گی نہیں، کیونکہ ایک بچے کے دو باپ تو شاید کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔

یہ بات بھی نظرانداز نہ فرمائیے کہ قرآن نے بشرِ سوی کے الفاظ فرمائے ہیں یعنی حضرت جبرئیلؑ ایک ایسے بشر کی شکل میں آئے جو جسمانی عیوب سے پاک تھا۔ زیادہ سے زیادہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر کے مطابق یوں کہہ لیجئے کہ جوان و خوبرو انسان کی شکل میں آئے۔ اگر فرض کر لیں کہ وہ شکل محمدیؐ ہی تھی تب بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسے غیر معمولی اہمیت دیکر نکات کی راہ ہموار کرنا درست نہیں ہے۔ یہ نکتہ کچھ بھی اہمیت ہوتی تو قرآن خود بتا دیتا کہ جبرئیلؑ محمدؐ کی شکل میں آئے۔ نہ بتانا دلالت کرتا ہے کہ تشخص بے ضرورت ہے۔ اگر تمثالی ابنیت عنداللہ بھی

کوئی چیز ہوتی تو اس کی طرف لطیف اشارہ کرنے کیلئے قرآن بجائے بنتِ موسیٰ کے حضور کا نام لے دیتا۔ آخر کیوں ایسے نکتے نکالے جائیں جو خدائے تعالیٰ کی حکمت و بلاغت سے متصادم ہوں اور ثمرہ تحصیلِ حاصل کے سوا کچھ نہ ملے۔ ہماری ناقص رائے میں جن بزرگوں نے حضور کی تعظیم و تفضیل میں کمزور روایات پر اعتماد کیا ہے اور سورج کو روشن ثابت کرنے کے لئے خیالی بلند پروازیوں سے کام لیا ہے انھوں نے دین کو فائدے سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ مولانا جامی کی شواهد النبوت اس کی نمایاں مثال ہے۔ کسی پڑھے لکھے نوجوان کو اسے پڑھوا دیجئے علمائے سلف کی بصیرت اور روایات کی تقدیس سے اس کا اعتماد اُٹھ جائے گا۔ ہمارا یہ دَور تو خاص طور پر اس کا متقاضی ہے کہ روایت پرستی اور نکتہ سنجی میں ویسی ہی احتیاط ملحوظ رکھی جائے جیسی وبا کے زمانے میں بعض حلال و طیّب غذاؤں اور پھلوں کے استعمال میں رکھی جاتی ہے۔

یہ علمی و منطقی رُخ ہوا۔ اثرات و نتائج کے اعتبار سے دیکھئے تب بھی اس نکتے کا فائدہ نقصان سے کم ہے۔ اس نکتے سے حضور کی عظمت وہی لوگ مانیں گے جو پہلے ہی سے انھیں عظیم مان رہے ہیں، لیکن گمراہی ان سادہ لوحوں کے حصے میں آئے گی جو قرآن کی صریح و محکم اطلاع پر نہایت سادگی اور اطمینان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کا مولود سمجھ رہے تھے۔ ان کی سادگی اور اطمینان میں اس لطیفے سے جونک لگ سکتی ہے۔ گویا فائدے کی شکل تو تحصیلِ حاصل کے سوا کچھ نہیں مگر نقصان کی شکل میں ذہنی فساد بالکل نقد ہے۔

—— صاحب وادراں نے بجا طور پر اشارہ کیا ہے کہ نکتہ سنجی کا یہ اسلوب قادیانیوں، بدعتیوں اور مشرکوں تک کے لئے کمک فراہم کرتا ہے۔ قادیانیوں نے بھی تو ظلّی اور بروزی نبوت کے نکتے نکال کر کفر و زندقہ کا آئینہ خانہ تعمیر کیا۔ تمثالی والدیت اور تشبیہی ابنیت اگر کوئی شے ہے تو نبوت کے ظلّی اور بروزی اور ذیلی ہونے میں کیا استحالہ باقی رہ جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ یہ نکتہ کسی طرح اس لائق نہیں ہے کہ حضرت مہتمم جیسا معقولیت پسند اور فہیم و ذکی عالم اس پر جمے۔ ہم بہ ادب مشورہ پیش کرتے ہیں کہ کتاب کے اگلے ایڈیشن سے اسے خارج کر دیا جائے۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ یہ مشورہ ضرور قبول کیا جائے گا۔ وللہ عاقبۃ الامور۔

اب ذرا مفتی صاحب کے احوال پر نظر کی جائے۔ فتویٰ انھوں نے جو کچھ دیا اس کے شرعاً غلط ہونے کا تو ابھی ہم ایضاح کر چکے۔ مزید خامی اس کی یہ ہے کہ زبان فتوے کی استعمال نہیں کی گئی۔ کفرِ صریح پر تو غیر معمولی غیظ و غضب سمجھ میں آتا ہے مگر محض تخمینے سے کسی عبارت کی طرف بدترین ملحدانہ مقاصد منسوب کر کے شعلے اگلنا فہم سے بالاتر ہے۔ مغلوب الغضبی اور منصب افتاء میں کوئی ربط نہیں۔ مفتی کو ایک جج کی طرح جذبات سے بلند ہو کر شریعت کے احکام بیان کرنے چاہئیں۔ اسے اٹکل اور اندازے کے سہارے آگ برسانا زیب نہیں دیتا۔

خیر فتویٰ تو جیسا تھا تھا۔ کمال رجوع میں کیا گیا ہے۔ ایک بھونڈی سی کہاوت ہے کہ "کمہار پر تو بس نہ چلا گدھے کے کان اینٹھ دیئے" اس کی بہترین مثال یہ رجوع ہے۔ کھلی بات ہے کہ رجوع صرف اور صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ بدقسمتی سے نشانہ وہ مہتمم صاحب بن گئے جن کے زیرِ اہتمام چلنے والی درسگاہ میں مفتی صاحب برسرِ روزگار ہیں۔ اسکے سوا کوئی معقول بنیادِ رجوع کی موجود نہیں کیونکہ مہتمم صاحب نے اپنی توضیحات میں اپنے نکتے کو جوں کا توں رکھا ہے اور اسی خیال پر زور دیا ہے جو مفتی صاحب کی دانست میں سرے سے کفر و الحاد تھا۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ اقتباسات میں کوئی ابہام رہا ہو جو توضیح کے بعد دُور ہو گیا ہو۔ اقتباسات صراحۃً بتا رہے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین دعویٰ حقیقی ابنیت و والدیت کا نہیں کیا جا رہا ہے

Scanned with CamScanner

بلکہ بات تمثیل و تشبیہ کی ہے۔ توضیح میں مہتمم صاحب نے اسی کو کھول کر بیان کر دیا۔ پھر کیا گنجائش تھی کہ مفتی صاحب کا مزعومہ کفر و الحاد اسلام سے بدل جاتا۔ ادنیٰ ریب کے بغیر واضح ہے کہ رجوع کا تعلق جذبۂ حق پرستی سے قطعاً نہیں۔ تاہم اتنے بڑے صاحبِ منصب سے بجا طور پر توقع کی جاسکتی تھی کہ جو قصور سرزد ہو چکا ہے اس کی لیپا پوتی میں وہ دانشوروں جیسی ہنرمندی کا ثبوت دیں گے اور اپنی کمزوری پر خوبصورت سا غلاف چڑھا سکیں گے مگر وا حسرتا کہ رجوع اتنا بے نمایش فرمایا جس پر معمولی علم و عقل کے لوگ بھی مطمئن نہ ہو سکیں گے اور موصوف کی دیانت و تقویٰ کے بارے میں بہت بری رائے قائم کی جائے گی۔

لطیفہ دیکھئے کہ رجوع میں سائل کی دیانت کا ماتم فرما رہے ہیں۔ پھر یہ بھی درس دیا جا رہا ہے کہ وہ بجائے مفتی صاحب سے پوچھنے کے خود صاحب کتاب سے مقصود معین کراتا۔ کوئی پوچھے یہ فرائض فتویٰ پوچھنے والوں ہی کے ذمے ہیں تو حضرت مفتی صاحب کس بات کی تنخواہ پا رہے ہیں؟

مزید لطیفہ یہ کہ مفتی صاحب کی فہمائش کے مطابق ان کا گرما گرم فتویٰ مل جانے کے بعد بھی سائل کے لئے ضروری تھا کہ صاحب کتاب سے دیانتداری کے ساتھ مقصود و مراد کی وضاحت طلب کرتا:

کیسی مضحکہ خیز باتیں ہیں جو اتنا بڑا مفتی کر گذرا ہے کھلی بات ہے کہ ان نصیحتوں کے کوئی معنی اس وقت تو متصور ہو سکتے تھے جب مہتمم صاحب کی وضاحت کردہ مراد اقتباسات والی مراد سے مختلف ہوتی لیکن جب بداہۃً ایسا نہیں ہے تو آخر کونسی وہ مخفی مراد ہے جسے مفتی صاحب کا فتویٰ پا لینے کے بعد بھی سائل مہتمم صاحب سے پوچھنے کی زحمت اٹھاتا۔

اور سائل بیچارا تو مفتی صاحب کے خیال میں سارے ہفت خواں طے کرنے کا ذمہ دار تھا مگر خود موصوف کا فریضہ اس سے زائد کچھ نہیں تھا کہ استفتاء پڑھیں اور فتوے دے ڈالیں حالانکہ ایک ٹھوکر پہلے کھا بھی چکے ہیں اور اس کا اجمالی تذکرہ خیر سے اس رجوع میں بھی موجود ہے۔

حق یہ ہے کہ جس لاپروائی اور جلد بازی کا ارتکاب خود موصوف سے ہوا ہے اس کا بارِ گناہ وہ خواہ مخواہ سائل کے سر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ عمل ایسے لوگوں کا نہیں ہو سکتا جن کا ضمیر زندہ، دل بیدار اور روح عدل و دیانت کی گرویدہ ہو۔

اور سنئے۔ سائل دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ انھوں نے کبھی نہیں کہا کہ میں جماعت اسلامی کا ممبر ہوں۔ بس یہ قصور تو ان کا ہے کہ مفتی صاحب کا کارنامہ جماعت اسلامی کے اخبار دعوت میں چھپنے بھیج دیا۔ اسی سے مفتی صاحب نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ وہ جماعت اسلامی کے رکن ہیں۔ جماعت اسلامی سے موصوف کی کد کوئی راز نہیں۔ وہ بڑے شوق سے یہ فتویٰ دیا کرتے ہیں کہ جماعت اسلامی والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ خیر چلئے جماعت اسلامی والوں کے لئے تو جنت کے سب دروازے بند سہی لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا اخلاقی اصول بھی جماعت اسلامی والوں کے لئے کسی نئے قرآن و حدیث سے اخذ کئے جانے چاہئیں؟ اگر نہیں تو پھر اسے بے ایمانی کون کہے گا کہ ایک شخص مصنف کا نام بتائے بغیر کچھ اقتباسات من و عن پیش کر دیتا ہے اور اتنی تفصیل سے پیش کرتا ہے کہ مصنف کی مراد پورے طور پر واضح ہو جائے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ سائل کو اس کی مردم شناسی کی داد ملنی چاہیئے تھی۔ سائل نے اندازہ لگایا تھا کہ اس وقت جو بزرگ دار العلوم کی مسندِ افتاء کے صدر نشین ہیں وہ چہرے دیکھ کر فتوے دینے والوں میں ہیں۔ اور یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ ایک بار ٹھوکر کھا چکنے کے بعد بھی ان کی جلد بازی رنگ لا کر رہے گی۔ وہی ہوا۔ مفتی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور لگا دی طوا آسا میرٹ کے خلیتے میں آگ۔ اب اپنی غفلت اور جلد بازی کا تیہا غریب سائل پر نکال رہے ہیں۔ کوئی انصاف کرے کہ جس عدالت میں ملزم کا حسب نسب اور چہرہ مہرہ دیکھ کر فیصلے دیئے جاتے ہوں وہاں کسی ملزم کو برقعہ پہنا کر لے جانے والا بے ایمان کہلائے گا یا قابل رحم؟ سائل جانتا تھا کہ مہتمم صاحب کا نام اگر اس نے لکھ دیا تو مفتی صاحب فتویٰ دینے کے عوض قصیدہ مدحیہ لکھ بھیجیں گے۔

القصہ "رجوع" قارئین کے سامنے ہے۔ اس کا بین السطور قطعی طور پر اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ چونکہ عبارتیں مہتمم صاحب کی نکلیں اس لئے سجدۂ سہو کر لیا گیا۔ معاملہ کسی اور کا ہوتا تو مفتی صاحب کے کانوں پر جوں تک نہ رینگتی۔ کاش موصوف مولانا اشرف علیؒ جیسے بزرگوں کی روش اختیار کرتے کہ جب بھی اپنے کسی قصور سے مطلع ہوتے بلا تکلف اعلان فرما دیا کہ مجھ سے غلطی ہو تی۔ انانیت کے اینچ پینچ، مشیخت کی ادائیں اور مصنوعی وقار کی ملمع سازی ان میں نہ تھی۔ مفتی صاحب کو بس اتنا ہی اعلان کر دینا تھا کہ بھائیو! مجھ سے بھول ہوئی۔ میں نے سمجھا تھا کہ یہ باتیں کوئی ایسا ویسا آدمی کر رہا ہے۔ مگر یہ تو حضرت مہتمم صاحب کی نکلیں، لہٰذا فتویٰ جھوٹا اور رجوع برحق۔ اس پر کچھ لوگ یہ تو کہہ سکتے تھے کہ مفتی صاحب نے بزدلی دکھائی۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ان کے جذبۂ عدل کا ورق بالکل کورا ہے۔ بزدلی کا الزام اتنا بھیانک نہیں کہ زہد و تقویٰ کی بالکل ہی نفی کر دے۔ بلکہ اس پر ترس بھی کھایا جا سکتا تھا، لیکن بحالت موجودہ یہ الزام بھی قائم اور ترس کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ اپنے قصور کو دوسروں کے سر منڈھنے والے ظالموں پر کسی کو رحم نہیں آتا

آئیے کچھ ذکر جمیل اس اضطراری فتوے کا بھی ہو جائے جو بڑے مفتی صاحب کے رجوع سے قبل اکابر اساتذہ نے اپنے دستخطوں سے مزین کر کے نکالا ہے۔ اسے نقل ہم اسلئے نہیں کرتے کہ جگہ برباد ہو گی۔ اس کے مرتب نائب مفتی جناب جمیل الرحمٰن صاحب ہیں جو بڑے سنجیدہ اور فہیم بزرگ ہیں۔ ان سے ہماری خاصی رسم و راہ ہے اور وقت بے وقت ہم ان سے بعض مسائل میں بھی رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر ہم برملا یہ کہدیں کہ اس فتوے کی ترتیب میں انھوں نے مکھی پر مکھی مارنے کے سوا کچھ نہیں کیا ہے تو اسے شاید طوطا چشمی اور محسن کُشی جیسے خطاب کا مستحق قرار دیا جائے گا بلکہ نمک حرامی بھی کہا جا سکتا ہے اگر جائے کا نمک حلال و حرام کے دائرے میں آ سکتا ہو۔

لیکن اپنے اس قلم کے ہاتھوں ہم بھی مجبور ہیں جو اٹھتا ہے تو ناموں اور چہروں کا لحاظ کئے بغیر عدل و صداقت ہی کے خطِ استوا پر گردش کرتا ہے۔

ہمارے کرم فرما نائب مفتی صاحب اس اعتبار سے بلا شبہ داد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے امتثالِ امر میں چول سے چول خوب بٹھائی ہے، لیکن اتنی چوک ان سے بہرحال ہوئی کہ بس ایک ہی رُخ پر ڈھل گئے۔ حالانکہ فتویٰ کفر کی بجا تردید کرتے ہوئے وہ یہ سچی بات بھی ادب کے ساتھ لکھ سکتے تھے کہ ایسے نکات و لطائف خطرناک ضرور ہیں انھیں طاقِ نسیاں ہی پر رکھ دیا جائے تو دین و ملّت کے حق میں بہتر ہو گا۔

تعجب اس پر ہوتا ہے کہ انچارج صاحب کے بقول اکابر اساتذہ نے دستخط پورے فکر و غور کے بعد کئے ہیں مگر یہ سامنے کی بات انھیں بھی محسوس نہ ہو سکی کہ مہتمم صاحب کے اقتباسات کو قطعاً بے غبار اور بے خطر بتلانے کی صورت میں اس فتوے کی حیثیت ڈرامے سے زیادہ کچھ نہ ہو گی۔ لوگ اب اتنے سادہ لوح نہیں رہے کہ سچائی اور ناٹک میں امتیاز نہ کر سکیں۔ پھر قہر یہ ہے کہ سائل کو مطعون کرنے کی جو روش بڑے مفتی صاحب نے اختیار فرمائی تھی وہی بلفرقِ مراتب اس "اجماعی" فتوے میں بھی موجود ہے۔ گویا دنیا کو یہ یقین کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ بے لاگ انصاف کرنے والا دار العلوم کے احاطے میں اب کوئی باقی نہیں۔

لُطفِ طُرفہ تر یہ ہے کہ انچارج صاحب نے اپنے نوٹ میں یہ الفاظ بھی رقم کئے ہیں:—

> "ہمیں امید ہے کہ متعلقہ حلقوں کی غلط فہمی اس فتوے کی اشاعت کے بعد دور ہو جائے گی۔"
>
> (الجمعیۃ ۲۱ جنوری ۱۹۶۳ء)

گویا جن بڑے مفتی صاحب نے غیر محتاط اور عاجلانہ فتویٰ دیکر غلط فہمیوں کی تخم ریزی کی ہے ان سے تو علمائے کرام کو کوئی تعرض نہیں۔ ان کی ستم ظریفی کی طرف اشارہ بھی اس اضطراری فتوے میں نہیں پایا جاتا مگر روئے سخن ہے اُن غریب عوام کی طرف جو ستم ظریفی کا شکار ہو گئے ہیں

ر ایسا ہی ہے جیسے ججوں کی ایک ٹیم قاتل کو تو نظر انداز دے مگر مقتولوں کو اپنی مسیحائی کا قائل کرنے کیلئے قبرستان میں وعظ فرمائے۔

قابلِ ذکر ایک اور شوشہ بھی ہے جو اگرچہ غیر متعلق سا ہے مگر ہمارے سیرت و کردار کا ایک گوشہ اس سے بھی روشنی میں آتا ہے۔ وہ یہ کہ اس شاندار اجتماعی فتوے کا نوٹ لکھ کر محترم انچارج صاحب نے اپنے نام نامی کے ساتھ "مولنا" بھی رقم فرمایا ہے۔ بظاہر تو یہ بریکٹ (خطوطِ وحدانی) میں ہے جس سے دیکھنے والا یہ قیاس کرے گا کہ یہ لفظ اخبار والوں نے اپنے طور پر بڑھا دیا ہے مگر یہ صورت کنندہ حقیقت اسکے سوا کچھ نہیں کہ اس کی نوعیت "بقلم خود" ہی کی ہے۔

فرض کیجئے آپ بغیر ثبوت کے یہ ماننے کو تیار نہ ہوں کہ عامر عثمانی صحیح کہتا ہے پھر بھی یہ تو آپ کو ماننا ہی پڑیگا کہ اس کی ذمہ داری لازماً علماء ہی پر ہے۔ الجمعیۃ علماء کا آرگن ہے۔ اس کے دفتر میں یا دارالعلوم کی چار دیواری میں جس نے بھی اس لفظ کا اضافہ کیا اسے جاہل نہیں کہا جا سکتا تو کیا یہ انتہائی رنج کی بات نہیں ہے کہ خود مولنا حضرات ہی ہر کہ و مہ کے لئے لفظ مولانا لکھ کر اس بھاری بھرکم القاب کی مٹی پلید کریں اور رہی سہی وقعت بھی اسکی ختم ہو جائے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ لفظ "مولوی" تو اصطلاحاً ایک ایسا لفظ ہے جسے عربی مدارس کے کسی بھی سند یافتہ شخص کے لئے بولا جا سکتا ہے چاہے اس کی علمی استعداد کیسی ہی گئی گذری کیوں نہ ہو لیکن مولانا کا یہ معاملہ نہیں اس کا تعلق کسی شخص کی اُن دینی و علمی خدمات سے ہے جو منظرِ عام پر آکر متعارف ہو چکی ہوں۔ محترم انچارج جناب محمد عبد الحق صاحب ممکن ہے اپنے بطن میں علم و دانش کا پورا خزانہ رکھتے ہوں لیکن اس خزانے کے لعل و گہر جبتک باہر نہ آجائیں انھیں مولنا لکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر شخص محض اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر جسے چاہے مولانا لکھ دیا کرے اور کوئی وقار اس معزز خطاب کا باقی نہ رہ جائے۔ بظاہر یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن کسی فرد یا گروہ کے منہاجِ فکر اور مزاج و کردار کا اندازہ کرنے کے لئے ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں سرچ لائٹ کا کام دیتی ہیں۔

یہ تمام کہانی قارئین کو جو بھی تأثر دے ہمارے نزدیک اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ علماء کے فتاویٰ کا وقار بُری طرح مجروح ہوا ہے۔ ایک اتنی بڑی دینی درسگاہ سے بار بار ایسے غلط فتوے نکلتے رہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آئندہ ہمارے کسی بھی فتوے پر بھروسہ نہ کیا جائے اور ہم جب کسی حقیقی مرتد پر بھی ارتداد کا فتویٰ لگائیں تو لوگ حقارت سے ہنس کر کہیں۔ ان مسخروں کے فتووں کا کیا اعتبار۔ یہ وہی تو ہیں جو اپنے شیخ مولانا نانوتوی اور اپنے مہتمم مولنا محمد طیب پر غلط طور پر کفر و الحاد کے فتوے لگا چکے ہیں۔ یا حسرتا کہ دنیوی اقتدار ختم ہونے کے بعد علماء کے پاس فقط یہی ایک سرمایہ تو باقی رہ گیا تھا جسے فتویٰ کہتے ہیں اب اس میں بھی گھن لگتا جا رہا ہے اور ہم بدنصیب اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے تابوت میں کیلیں ٹھونکنے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اس آخری بات پر ہم اپنی زبان بند کرتے ہیں کہ اظہار خیال میں ہمارے قلم سے اگر کوئی غلط بات نکلی ہو تو حضرت مہتمم صاحب اور حضرت مفتی صاحب دونوں بزرگوں کے لئے تجلی کے صفحات حاضر ہیں وہ اپنے قلم کو ہر رقم سے ہماری اصلاح بلکہ گوشمالی تک کر سکتے ہیں۔ نیز نائب مفتی صاحب یا انچارج صاحب کچھ لکھنا چاہیں تب بھی ہمیں اشاعت میں تأمل نہ ہوگا۔

(عامر عثمانی)

مسلک دیوبند چودھویں صدی کی پیداوار ہے
محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی سے پہلے
کسی مسلمہ شخصیت سے ان کا تعلق نہیں

(دارالعلوم دیوبند کے شیخ کا اعتراف)

۴۶

مولانا سید انظر شاہ صاحب
استاذ تفسیر دارالعلوم۔ دیوبند

مسلکِ دیوبند کیا ہے؟

ادارہ البلاغ کا مضمون کے ہر ہر جزء سے مکمل اتفاق ضروری نہیں

حکم ہے ایک عزیز مکرم کا جو غالباً عمر میں کم اور علم و ذکاء فہم و دانش میں بمراحل آگے ہیں، کہ اکابر دیوبند پر ان کے مجلہ کے لئے کچھ لکھوں، لیکن سوچتا ہوں کہ اکابر سے تعارف سے پہلے، تو دیوبندیت ہی کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ پتے اور کونپل۔ رگ و ریشے۔ شاخیں اور ان کا لمبا سلسلہ سب کچھ جڑ ہی سے براہ راست تعلق رکھتا ہے، اگر اصل ہی مشخص و متعین نہیں تو برگ و بار کی تعریف و تعارف، حقیقت کی دریافت کی وانی وکانی راہ نہیں مضمون زیر قلم ہے تو عمر چالیس کے سن و سال سے آگے قدم بڑھا رہی ہے۔ بات اگرچہ اس دور میں بھی وہی ہے، جو کریما کے مصنف نے غالباً مجھ ایسوں ہی کے لئے کہی تھی کہ

چہل سال عمر عزیزت گزشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

تاہم جو کچھ ہوا وہ ہوا اور جو ہونا ہے وہ بھی ہو کر رہے گا۔ اتنا تو بطور تحدیث نعمت عرض کرنے کی ہمت رکھتا ہی ہوں کہ اب رد و قبول کا معیار بحمداللہ شنیدہ نہیں بلکہ دیدہ ہے، یعنی جو کچھ پہنچا اور پہنچیگا، عقل کی کسوٹی لے خود بھی پرکھ کر دیکھنے کا جذبہ وافر رکھتی ہے، گویا کہ آگہی و شعور معطل نہیں، بلکہ اپنے لگے بندھے کام میں مصروف ہیں، قرآن۔ حدیث، نبی اور پیغمبر، دین و ملت، فقہ و روایت، بلکہ حد تو یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے بارہ میں جو کچھ سنا اور سن رہا ہوں خوب ٹھونک بجا کر، اسے قبول کرنے کی عادت پڑچکی، یہ کلپترہ گوئی بھی، وہ مدح خود کی کوئی جلی و خفی شکل نہیں بلکہ آنے والے بیانات و حقائق کو قابل قبول بنانے کی ایک معقول تمہید ہے، مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے، محض یہ کہہ کر، تحریر کو ہاتھوں سے نہ رکھ دیں کہ رواجی معا

ےہ اس کی ایک دلچسپ مثال یہ ہے جس سے غالباً کچھ سوچنے اور سمجھنے کا جو ڈھنگ اپنا ما ہے اس کی کوئی خاص شکل آپکے سامنے آئے کہ غدر کی معروف جنگ جس میں براہ راست علماء وقت بھی شرکت کر رہے تھے۔ اپنے اکابر سے بارہا سنا کہ جس وقت حضرت حافظ ضامن الشہید رح شہادت کے مقام ارفع پر فائز ہوگئے تو غالباً سید الطائفہ حضرت الحاج مولانا امداد اللہ قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا کہ "بس اب جنگ لڑائی ختم، وہ تو خدا تعالیٰ کو حافظ جی کے شوق شہادت کی تکمیل مقصود تھی جو یہ سارا ہنگامہ کرا دیا وہ ہو چکی اب لڑائی کا بھی کیسا فضلات" پھر انہیں اکابر سے مسلسل یہ بھی سنتا رہا کہ ٹھیک حافظ صاحب کی

ایک طومار اور مرویات کا پلندہ ہے۔ ایسا نہیں بلکہ فراغت کے برائے نام ہی سہی بہرحال سترہ برس کے عرصہ کے بعد جس حد تک واقعات کی دریافت ممکن ہو سکی" جد و جہد" کے اسی حاصل کو سامنے لا رہا ہوں، کہنا یہ ہے کہ جس طرح اسلام، تمام ہی مذاہب میں، مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے بعد میرے لئے ایک دین برحق ہے، جس کے ایک ایک جزو پر خدا کا شکر ہے، کہ ایمان ارد کی دولت سے سرفراز ہوں، اسی طرح فقہی مکاتیب میں حنفی طرز کی جامعیت گہرائی و گیرائی پر ... دل و دماغ مطمئن ہیں دوسرے مکاتیب کی صحت و درستگی پر یقین کے باوجود حنفی فقیہ کی ترجیح، علم و یقین کے درجہ میں حاصل ہے، بلکہ امام اعظمؒ کے خصوصی تفقہ پر، دل اسی درجہ مطمئن ہے، جیسا کہ استاذ الاساتذہ حضرت سیدنا شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے بارہ میں بتواتر سنا کہ جس قول میں امام اعظم کو منفرد پاتے، تا آنکہ ان کے مشہور تلامذہ ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ بھی ان کے ہمنوا نہ ہوتے، شیخ الہند علیہ الرحمۃ اس صورت حال پر بجائے، پریشان و پشیمان ہونے کے بے حد مطمئن رہتے، فرماتے کہ واقعہ یہی ہے کہ یہ بات اس درجہ دقیق، نازک اور عمیق تھی، جہاں تک سوائے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی اور کی نظر پہونچ بھی نہیں سکتی تھی۔" او کما قال" بلکہ سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ جس مسئلہ کو حضرت مرحوم فقہاء کے مابین قطعاً اتفاقی پاتے، اس پر کسی تشریح و تفصیل کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی یہ ارشاد فرماتے ہوئے گذر جاتے کہ

"چلو بھائی یہ بات تو اتنی سامنے کی ہے کہ سب ہی کو نظر آ گئی۔"

اس موقع پر سیدنا الامام مولانا انور شاہ کشمیری تغمدہ اللہ بغفرانہ کی وہ آخری تقریر بھی پیش نظر رہنی چاہئے، جو آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے سالانہ اس اجلاس میں الوداعی فرمائی

(متعلقہ صفحہ گذشتہ) شہادت کے بعد جگہ جگہ بھڑکتے ہوئے شعلے جنگ اور لڑائی کے اس طرح بجھتے رہے جیسے کوئی پانی ان پر مشکوں سے ڈال رہا؟! روایت تو سن لی، مگر دل ہمیشہ اباء و انکار کرتا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ خدائے عالم و حکیم کی تکوینیات و تقدیر محض ایک انسان کی خواہش و تمنا کے لئے اگرچہ وہ کتنا ہی مقبول و مکرم ہو، پورے ملک کو جنگ کے شعلوں اور آگ میں جھونک دے؟ لیکن جب قرآن مجید ہی کے مسلسل درس و تفسیر کا موقع ارزانی ہوا تو احد کے واقعات میں یہ الفاظ آنکھوں سے دل میں اتر گئے، فرمایا۔ "ویتخذ منکم شہداء" جس کا ترجمہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا ہے کہ "کرے بعضے تم میں شہید" آیت سے متعلق روایات میں آیا ہے کہ بعض وہ فداکار جو بدر کے معرکہ میں شرکت نہ کر سکے تھے اور جنہیں احد کے کارزار میں شوق شہادت اور رگ رگ سے خدا کے نام پر نکلنے والا بے قرار خون کھینچ کر پہونچا تھا، احد میں ناکامی کے پے در پے اسباب بیان کرتے ہوئے ایک سبب یہ بھی حکیم و علیم نے بتایا کہ اس طرح بعض سعید روحوں کی تمنائے شہادت کی تکمیل بھی مقصود و مطلوب تھی، بس یہ امت جس کا آخر بھی خیر سے خالی نہیں ہے اور نہ انشاء اللہ کبھی ہوگا کیوں ممکن نہیں کہ قدیر و مقتدر ان کی بعض تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے، غدر جیسے ہنگامہ کھڑا کر دے، آخر میں خیر کا جو پہلو رکھ دیا گیا جس کو دیکھ کر کہنے والے نے کہا تھا کہ "خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دران باشد" اس پہلو کو سامنے رکھے ہوئے کسی کے لئے خیر کا دروازہ سیکڑوں کے لئے شر بنا کر بہرحال کھولا جا سکتا ہے، خوب کہا ہے کہنے والے نے۔ ؎

گر تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　　می دہد یزداں مراد متقیں

بہرحال حافظ ضامن صاحب سے متعلق روایت کو قبول کرنے میں کم از کم مجھے اب کوئی تذبذب نہیں، اولین میں اس طرح کی روایت اگر موجود ہے تو آخرین کے لئے امکان کو بھی نہ ماننا عقل و آگہی کے بے معنی کاموں کے زیادہ اور کچھ نہیں۔

جس کے بعد پھر اس ناسوتی دنیا میں آپ کا قیام معدودے چند ماہ ہی رہا فرمایا کہ:

"ہم نے اپنی عمر کے چالیس سال محض اس مقصد کے لئے صرف کر دیئے کہ دیکھیں فقہ حنفی حدیث کے مطابق ہے یا نہیں سو ہم اپنی چالیس سالہ محنت کے بعد قطعاً مطمئن ہیں، جہاں جس درجہ کی حدیث خصم کے پاس ہے اسی درجہ کی حدیث احناف کے پاس بھی موجود ہے اور جہاں حدیث نہ ہونے کی بنا پر امام ابو حنیفہ نے مسئلہ کی بنیاد قیاس پر رکھی وہاں دوسروں کے پاس بھی کوئی حدیث موجود نہیں۔"

یہ تفحص و تلاش نہ میرے لئے ممکن اور نہ بحالت موجودہ متوقع تاہم اکابر کو جو کچھ یقین کد و کاوش پر میسر آیا کچھ بھی ہو اس ظلوم و جہول کو وہ دولت، الحمد للہ بہ حال حاصل ہے۔

اسی طرح ہندوستان اور بیرون ہند میں جس قدر نظریاتی اعتبار سے مکاتیب فکر و نظر پھیلے ہوئے ملتے یا ملتے رہے ہیں ان سب میں: دیوبندیت کی اصابت، اور مکمل حدیث و قرآن یا سنت و دین سے اس کی موافقت پر شرح صدر کی دولت مجھے میسر ہے، ہر تعصب سے بالاتر ہو کر جس قدر میں نے غور کیا یا فکر و نظر کی جتنی راہیں مجھ پر کھل سکیں، دیوبندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں نے پائی جو مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً سے، اپنی ابتدائی اور انتہائی، بلکہ ارتقائی شکل میں چلا تھا یہ ہے ایک مختصر جواب۔ تمہید میں اٹھائے ہوئے اس سوال کا کہ آخر دیوبند یا دیوبندیت ہے کیا چیز، ذرا تفصیل اور اس کی ہو جانی چاہئے تاکہ دیوبندیت اپنے تمام زوایا و گوشوں خصوصیات اور ممیزات کے ساتھ دوسرے تمام مکاتیب فکر میں ممتاز ہو جائے۔

میرا خیال یہ ہے کہ "ما انا علیہ و اصحابی" جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے، اس سوال کے جواب میں تراوش ہوا تھا کہ نجات پھر کس فرقہ کی ہو گی؟ یہی دیوبندیت کی مختصر اور مفصل، جوجز اور مبسوط تعریف و تعارف ہے، ایس میرے نزدیک، دیوبندیت خالص ولی اللہی فکر بھی نہیں، اور نہ کسی خاص خانوادہ کی لگی بندھی فکر و دولت و متاع۔ میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتداء میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے، علم کامل، اور شعور بالغ کے ساتھ، قدرت نے ان کو ایک ایسی چھلنی بھی عطا کی تھی جس سے وہ افکار و نظریات کو چھان کر ہی قبول کر سکیں، مجھے اس حقیقت کے انکشاف کرنے میں کوئی تامل و تذبذب نہیں ہوتا کہ ہندوستان کی سیاسی و مذہبی پامالی کے دور میں، دین کو اپنی شکل میں باقی رکھنے کے لئے، دیوبند کا وجود قدرت کا ایک عظیم لطیفہ ہے۔ اور جن اکابر کو، فکر و نظر کی تراش و خراش کے لئے خدا تعالیٰ نے کھڑا کر دیا، وہ عظیم انسانی، صدیوں کی الٹ پھیر میں، وجود پذیر ہوتے ہیں، اس لئے یہ دیوبندیت کی ابتداء، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے، مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں[1]

اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمہ پر ہی منتہی ہوتا ہے۔ اور آج ہند و پاک میں حدیث و قرآن کے جو زمزمے سنے جاتے ہیں ان میں خانوادہ ولی اللہی کا براہ راست دخل ہے۔ اس لئے

۱؎ چند سال گزرتے ہیں دارالعلوم دیوبند کے آفاقی کتب خانہ میں ایک باخبر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر، اچانک مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ دیوبندیت کیا ہے؟ اسی کے جواب میں جب میں نے اپنی مذکورہ بالا دریافت ذرا تفصیل سے بیان کی تو سننے کے بعد وہ بولے کہ "مولوی صاحب، اس حقیقت پر تو اکثر دیوبندی بھی مطلع نہیں، اور کھینچ تان کر خود کو امام الہی فکر سے جوڑ رہے ہیں، حالانکہ دیوبندیت کے امام تو صرف یہی دو امام وقت ہیں ۱۲

ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ تاہم کم از کم مجھے تو شاہ صاحب اور دیوبند میں فرق، نمایاں اور واضح نظر آتا ہے جس کے بعد، دیوبندیت کو، ولی اللّٰہی فکر کا ایک سرچشمہ قرار دینے میں مجھے تامل ہے، بلکہ میرے اپنے مطالعہ کا حاصل تو یہ ہے کہ، دیوبندی فکر سے بہت کچھ حضرت رئیس المحدثین شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ قریب ہیں۔ فقہ حنفی کی برتری کا یقین اور اس کی اشاعت جو دیوبند کے متعارف اجزاء ترکیبی میں ایک عنصر غالب ہے۔ جس قوت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز رح کے یہاں ہے، ان کے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے یہاں اس کا نام و نشان بھی نہیں، اگر ہے بھی تو نہایت گول مول دبا دبا یا اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو شاہ صاحب مرحوم سے کم از کم مجھ کو دیوبند کو دور لیجا کر کھڑا کرتا ہے۔ "والقصۃ بطولہا" اس لئے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دیوبندیت کے واقعی امام وہی دو بزرگ ہیں، جن کا نام آپ مجھ سے سن چکے، الحاج صوفی روشن ضمیر مولانا عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ دارالعلوم کے ابتدائی بانی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ آفاقی اور عالمی درسگاہ کے تخیل سے مرحوم کا دل و دماغ قطعاً خالی تھا، ایک عظیم درسگاہ جو آفاقی تصورات کی حامل ہو۔ کلیۃً حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرہون منت ہے، نیز ابتدائی آویزشیں جو حضرت مولانا قاسم صاحب اور حاجی عابد حسین مرحوم میں رہیں، جن کی محتاط

لے یہاں اپنے ایک پرانے خیال اور پھر اس پر تجربہ و آگاہی کے بعد تبدیلی کا ذکر بھی مناسب ہے، ایک عرصہ تک میرا خیال یہ رہا کہ دیوبند کو اپنا تعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے کیوں نہ قائم کرنا چاہیے۔ غالباً ہندوستان میں اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات کچھ کم وقیع نہیں، شروح حدیث میں شاہ صاحب مرحوم کے قلم سے جو کچھ جواہر پارے تیار ہوئے انہیں تو جانے دیجئے۔ ان کے صاحبزادہ شیخ نور الحق رح کی شرح بخاری بھی ایک زمانہ میں معروف و متداول رہی، اس خانوادہ کی خدمات علماء ولی اللّٰہی کے کنبہ کی طرح اگرچہ جلیل و وقیع نہیں تاہم حدیث و قرآن سے ہند کو واقف کرنے میں شیخ عبدالحق مرحوم کا بہرحال حصہ ہے۔ مگر پھر یہ رائے بھی بدل گئی، اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی، نیز حضرت شیخ عبدالحق کا فکر کلیۃً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا۔ غالباً میری یہ بات بہت سوں کو چونکا دینے والی ہو مگر اس موقع پر میں ایک جلیل اور صاحب نظر عالم کی رائے میں اپنے لئے پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم فرماتے تھے کہ "شامی اور شیخ عبدالحق پر بعض مسائل میں بدعات و سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا"۔ بس اسی اجمال میں ہزارہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے ۱۲ ے میری ان تصریحات سے یہ سمجھنا کہ امام الدہلوی کی عقیدت میں یہ حقیر کسی سے کم ہے۔ مجھ پر ایک ظلم ہوگا کیا عرض کروں اپنی موجودہ حالت کو اسی امام وقت کا ایک روحانی فیض و تصرف باور کرتا ہوں جس زمانہ میں یعنی ۱۹۴۷ء میں ہند و پاک کے دو ابھرے ہوئے خطوط سے پہلے دہلی میں پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل و فارسی امتحان دینے کے بعد براہ راست انگریزی میں پڑھ چکا تھا، اور جن حالات میں اگر موت آجاتی تو غالباً "موت جاہلیۃ" ہی ہوتی۔ ہر جمعہ کو سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء اور سیدنا الامام الدہلوی کے پر انوار مزارات پر برابر حاضری ہوتی اور جو دعائیں ہوتیں ان کی تفصیل کے بغیر موجودہ شغلے انہیں بزرگوں کے روحانی تصرف تسلیم کرتا ہوں دوسروں سے منوانے کی کوئی جدوجہد پیش نظر بھی نہیں، اب بھی دہلی کا کوئی سفر غالباً الامام کے مزار پر حاضری کے بغیر نہیں ہوتا اور بارہ سال کے دن میں تین بار ایصال ثواب کا الحمدللہ معمول ہے، تاہم جو بات کہہ رہا ہوں وہ ایک نہ ایک دن کہی جاتی پس اعتراضات و نکتہ چینی اور "لومۃ لائم" کے خطرہ سے بے نیاز ہو کر میں ہی کیوں نہ عرض کر دوں ۱۲

Scanned with CamScanner

تعبیر فکر رہی تھی، یا مشاجرات ہی سے ہو سکتی ہے، میرے نزدیک اس کی واقعیت صرف اتنی نہیں کہ عمارت کے مختصر یا وسیع کرنے پر دونوں بزرگوں کا اختلاف تھا، جیسا کہ میں اپنے بزرگوں سے برابر سنتا رہا، مجھے عرض کرنے دیجئے کہ یہ آویزش خالص "نظریاتی جنگ" تھی میں تفصیلات میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا اس لئے کہ وہ ایک دلخراش تاریخ کا باب ہے، لیکن اپنے علم و مطالعہ کی بنیاد پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو دیوبند۔ حضرت حاجی عابد حسین المغفور کی زیر تربیت بن رہا تھا، وہ یقیناً اس دیوبند سے مختلف ہوتا جس کا آج تعارف اور شہرت، عالم اسلامی سے گذر کر اقصائے عالم میں پہونچ چکی ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ موجودہ عمارت کے بانی ہونے کے ساتھ فکر اور تخیل کے امام بلا ریب حضرت مولانا قاسم صاحب علیہ الرحمۃ ہیں جن کی پوری جد و جہد میں حضرت گنگوہی ثانی اثنین کی حیثیت سے ہر مرحلہ پر کھڑے نظر آتے ہیں۔

لے سمجھنے کے لئے صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ چھتہ کی مسجد نہاں سے دار العلوم کی ابتدا ہوئی ہے۔ حضرت حاجی صاحب مرحوم کی نشستگاہ یہی مقدس عمارت ہے۔ اس مسجد میں رمضان المبارک کے چار (جمعوں میں اب تک میلاد: حضرت حاجی صاحب کی یادگار میں جاری ہے، میں نے کیا لکھا بس اسی اجمال میں، نکتہ سنج اسی ساری تفصیلات کو پڑھ لیں جسے میں نے کم از کم تاریخ نگاری کے تلخ فریضہ کے قطعاً خلاف، سنانے سے پہلو بچا لیا۔

دار العلوم دیوبند معاون سرکار ہے
(انگریز ایجنٹ کی خفیہ رپورٹ)

مادہ تاریخ تعمیر "اشرف عمارات" سے نکالا جس سے ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتے ہیں چونکہ تعمیر کا سال آئندہ سال ہی شروع ہوا اس لئے ۱۲۹۲ھ کو آغاز تعمیر قرار دیا گیا۔[1]

اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹنٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسٹی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔[2]

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک چلن (وسلیم الطبع) ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو صاحب مسلمانوں کے لئے تو اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں

[1] اس سلسلہ میں راقم کا ایک مقالہ "تحریک دیوبند" مجریہ روزنامہ انجام، کراچی ۲۳ مارچ ۱۹۶۴ء ملاحظہ ہو
[2] اخبار "انجمن پنجاب" لاہور مجریہ ۱۹ فروری ۱۸۶۵ء بحوالہ تاریخ صحافت اردو جلد دوم (حصہ اول) از مولانا امداد صابری صـ ۳۳۲-۳۳۳ (مطبوعہ دہلی، بغیر سال طباعت)

پروفیسر محمد ایوب قادری کی تصنیف "مولانا محمد احسن نانوتوی" کے ایک صفحہ کا عکس

دیوبندیوں کا تاج برطانیہ سے پیمان وفاداری

وائسرائے ہند کو حادثہ پیش آنے پر

تمام اہل دیوبند کو صدمہ

القاسم

کلا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

قیمت سالانہ ۱ | محصول ۱

علمی - مذہبی - اخلاقی - تمدنی - تاریخی - ماہوار رسالہ

نمبر ۶ | بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ | جلد ۳

خاکسار حبیب الرحمن مدیر رسالہ

نے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند سے شائع کیا

اور

مطبع قاسمی واقع مدرسہ اسلامی عربی دیوبند میں اپنے اہتمام سے چھپوایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزایکسیلنسی وائسرائے پر حملہ

یونیورسٹی کی تعلیم جس میں مذہبی علوم کا کوئی حصہ شامل نہو۔ دنیاوی ترقی کے لئے خواہ کسی درجہ تک مفید سمجھی جائے لیکن انارکزم جیسی شامت (جس سے ملک کا امن مخدوش ہو) کا منشا فقط یہی تعلیم قرار دیجاتی ہے۔ زندہ مذاہب میں حقوق شناسی اور وفاء عہد کی وہ بے نظیر روح موجود رہتی ہے جس سے اس قسم کے خیالات پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

بدقسمتی سے ہند میں مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ بمب بازی بھی ترقی پر ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں متعدد وارداتیں ہوئیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ قابل نفرت اور امن پسند قلوب کو ہلا دینے والا یہ حادثہ ہے۔ جس میں ہزایکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ جیسے مہربان نرم دل وائسرائے پر بوقت شاہی داخلہ دہلی ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو (جو تاریخ ہند کے نئے دور کا پہلا دن تھا) کسی غیر معلوم شخص نے بمب پھینکا۔ اور ہزایکسیلنسی وائسرائے سخت زخمی ہوئے۔

دارالعلوم کے اہل شوریٰ۔ اساتذہ۔ موجودہ طلبہ۔ پرانے طلبہ (جمعیۃ الانصار) اس صدمہ کا اثر محسوس کرتے ہیں۔ مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم کے تمام دوستوں کی طرف سے اظہار ہمدردی اور غصہ و نفرت کا تار دیا۔ جسکا جواب نہایت شکریہ آمیز الفاظ میں آیا۔

الحمد للہ کہ ہزایکسیلنسی وائسرائے کی جان پر گزند نہیں آیا۔ اور لیڈی ہارڈنگ محفوظ رہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ حضور وائسرائے کی صحت روز بروز کامیابی کے ساتھ رو بترقی ہے۔ امید ہے کہ عنقریب ہزایکسیلنسی بذات خود اپنی کونسل کا افتتاح دہلی میں فرمادینگے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین

میں تو ادہر ادہر سے ہٹ کر ایک خدا کی طرف لگ گیا ہوں جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں

الہدیٰ

جلد ۱ | بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ | نمبر ۶

باب التفسیر

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

(ترجمہ) بیشک تیرا رب بہتر جانتا ہے اس شخص کو جو اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے ان لوگوں کو جو ہدایت یافتہ ہیں

(تفسیر) گذشتہ سطور میں ہم لکھ آئے ہیں کہ کفار حضور علیہ السلام کو مجنون کہا کرتے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال باطل کو رد کیا اور بجائے مجنون ہونے کے حضور علیہ السلام کو جامع کمالات اور مورد کرامات ثابت کیا اس کے بعد خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ صراط مستقیم سے کون دور پڑا ہے اور ہدایت یافتہ کون لوگ ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ ہمارا رسول اور آپ کے متبعین راہ راست پر ہیں اور تم لوگ حق سے ہٹ کر بادیۂ ضلالت میں سرگردان پھر رہے ہو۔ اور اس آیت میں اشارہ ہے کہ مجنون درحقیقت وہ لوگ ہوتے ہیں جو بسبب محبت دنیا کے معصیت میں گرفتار ہوں اور وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں سے صرف بقدر ضرورت پر قناعت کر کے اپنے مولیٰ سے تعلق پیدا کیا جس کی طرف بالآخر سب کا مآل ہے۔

لا تطع المکذبین

(ترجمہ) تو مت کہنا مان جھٹلانے والوں کا

کفار قریش اس امر کی خواہش کیا کرتے کہ اگر جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے دین ...

محض خالص الاعتقاد مسلمان کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں ہم خیالی بنانے اور پیر
رنے کی خاطر۔ ورنہ عملی طور پر نہ تو انہیں دینی حمایت مطلوب ہے اور نہ وہ
ن کو ضروری سمجھتے ہیں الا ما شاء اللہ۔ اس گئے گذرے زمانہ میں مدرسہ عالیہ
بند کا وجود مسلمانوں کے لیے چشمۂ فیض ربانی کا کام دے رہا ہے اور سچ پوچھو
س کی بنیاد ایسے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی جنہیں بجز اخلاص حرکت کرنا حرام تھا
ے کاش مسلمان اس سرچشمہ کے آب زلال سے سیراب ہونے کی خواہش ظاہر کریں
سال گذشتہ میں وہاں کے سرگرم ممبران کی صوابدید سے جمعیۃ الانصار کا سلسلہ
ری ہوا ہے جس کا وجود ابر رحمت سے کم نہیں۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے
مفصل قواعد کی ایک کاپی مہتمم مدرسہ سے طلب کرا کے جمعیۃ الانصار کی ممبری قبول
ہیں ذیل میں مفصل قواعد کے ضمیمہ کی نقل دی جاتی ہے جس سے بقدر ضرورت
س مبارک مجلس کی ضرورت اور عظمت کا ناظرین کو علم ہو سکتا ہے۔ (ایڈیٹر)

ضمیمہ قواعد و مقاصد۔ الانصار دیوبند

(۶) جمعیۃ گورنمنٹ انگلشیہ کی (جس کے ظل عاطفت میں ہم نہایت آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں۔ اور مذہبی تعلیم کی ترقی کے لئے ہر قسم کی کوشش کر سکتے ہیں) پوری وفادار رہیگی۔ اور انارکسٹانہ کوششوں کے قلع و قمع میں اپنے اثر سے پورا کام لیگی۔

(۷) جمعیۃ اپنے فرائض (یعنی مدرسہ کی تعلیمی۔ انتظامی۔ مالی ترقی) کی تعیین و تشخیص کے لئے پانچ شعبے قرار دیتی ہے۔ (الف) تکمیل التعلیم (ب) نظام التعلیم (ج) الارشاد (د) التالیف والاشاعۃ (ہ) جلسہ علمیۃ۔

(۸) جمعیۃ الانصار کے شعبہ جمعیۃ تکمیل التعلیم کا فرض ہوگا۔ کہ مدرسہ عالیہ دیوبند کے موجودہ نصاب ختم کرنے والے حضرات کے لئے جو درجۂ تکمیل کھولا جاتا ہے اس کی ضروریات مہیا کرے۔

تشریح

درجۂ تکمیل میں حضرت مولانا محمد قاسم قدس اللہ سرہ العزیز کی تالیفات

اپریل ۱۹۸۸ء کراچی

پردہ چاک — انجم لاشاری

ریشمی رومال تحریک

راز کس نے فاش کیا تھا؟

تھانوی صاحب کو انگریز حکومت ماہانہ چھ سو روپے ۶۰۰ کیوں دیتی تھی؟ سبب کیا تھا؟ تفصیل سے ملاحظہ ہو

مولانا محمد شاہ امروٹی مرحوم کا دمِ مرگ انکشاف

ستمبر ۱۹۸۷ء کے آخری ایام تھے ایک دن میں 'مہران کلینک' میں زیر علاج ایک عظیم المرتبت ہستی کی عیادت کرنے گیا جو نہ صرف خود انسانی و شہری حقوق کی جدوجہد میں شریک رہی بلکہ ان کے والد محترم بھی مسلمانان عالم کی یک جہتی اور مسلمانان برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں پیش پیش رہے...... شخصیت تھی مولانا تاج محمود امروٹی کے فرزند ارجمند اور جمعیت العلمائے اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولانا محمد شاہ امروٹی۔

یہ ان کی زندگی کے آخری ایام تھے، یوں لگتے کہ اس وقت وہ بستر مرگ پر تھے۔ ان سے بیٹھا بھی نہ جاتا تھا لیکن روحانی و قلبی طور پر وہ ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش تھے۔ عیادت کیلئے آنے والے تمام اصحاب سے نہایت خندہ پیشانی سے مل رہے تھے۔ اس وقت ان کے کمرے میں جمعیت العلمائے اسلام سندھ کے سیکرٹری جنرل قاری شیر افضل، مرکزی آرگنائزنگ سیکرٹری مولانا عبدالرزاق عزیز جے یو آئی کے الٹرا لیفٹ کامریڈ رہنما مولانا جاوید نعمانی، مولانا امروٹی کے صاحبزادے، ذاتی ملازمین اور جمعیت کے کئی دوسرے رہنماؤں کے علاوہ بعض دیگر صحافی بھی موجود تھے۔ جو مولانا سے انٹرویو کر رہے تھے۔ سو یہ انٹرویو ہوا اور مولانا محمد شاہ امروٹی بڑی روانی سے مختلف سوالوں کے جوابات دیتے رہے تاہم کئی مواقع پر مولانا عبدالرزاق عزیز نے بھی مولانا امروٹی کی طرف سے جوابات دیئے جن پر مولانا نے صاد کیا۔

انٹرویو کے دوران تحریک خلافت کے پروگرام اور ریشمی رومال کا ذکر چلا تو مولانا نے بتایا کہ ریشمی رومال دراصل ایک طرح کا خط تھا جو تحریک کے تمام بڑے عہدیداروں اور جنود ربانیہ کے کمانداروں تک پہنچانا تھا۔ اس خط میں تحریک کے صدر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اور جنود ربانیہ کے لیفٹیننٹ جنرل مولانا تاج محمود امروٹی کی طرف سے ایک تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ اس تاریخ سے بیک وقت تمام کیمپوں سے انگریزوں کے خلاف انقلابی کارروائیوں کا آغاز ہونا تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے انگریزوں کو اس کی خبر کر دی اور یہ پروگرام ناکام ہو گیا۔

ابتدا میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے ریشمی رومال کا راز افشا کرنے والے لوگوں کے نام بتانے سے گریز کیا اور صرف اتنا کہا کہ "وہ ہمارے بزرگ ہی تھے" مگر صحافیوں کے اصرار پر آخر انہوں نے یہ راز افشا کر ہی دیا اور ان بزرگوں کے نام بھی بتا دیئے۔ لیکن بعد میں جب مولانا کا یہ انٹرویو شائع ہوا تو اس میں یہ نام ظاہر نہیں کئے گئے تھے۔ مولانا کی جانب سے ان ناموں کا انکشاف یقیناً ضبط تحریر میں لانے کا متقاضی ہے تاکہ تاریخ کا ریکارڈ درست ہو سکے۔ لیکن اس سے پہلے تحریک خلافت اور ریشمی رومال کا کچھ تذکرہ ضروری ہے۔

برصغیر ہندو پاک میں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کی جدوجہد میں دارالعلوم دیوبند کے علماء کا کردار نہایت اہم ہے۔ جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا تاج محمود امروٹی، میاں غلام محمد اور شیخ عبدالرحیم کے ساتھ تھانوی خانوادے کے اکابرین بھی شامل ہیں۔ تحریک احیائے خلافت عثمانیہ ہو یا ترک موالات کی تحریک، شدھی تحریک کی مذاحمت ہو یا کوئٹ انڈیا کی جدوجہد، آزادی کی تاریخ کا ہر باب ان کے تذکرے کے بغیر بے معنی ہے۔

مسلمانوں نے جب یہ محسوس کیا کہ انگریز حکمران ہندوؤں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں پسماندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ خلافت ترکیہ (عثمانیہ) کے حصے بخرے ہونے لگے ہیں اور مسلمان اپنے سیاسی مرکز سے محروم ہو رہے ہیں تو قوم کے درد مندوں نے جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، قائد

انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا تاج محمود امروٹی پیش پیش تھے۔ افغانستان کے حکمران امان اللہ خان سے رابطہ کر کے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سرزمین ہند کے حریت پسند مسلمانوں کو حربی امداد بہم پہنچائے اور ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو افغانستان میں قبول کرے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی ہدایات پر کام کرنے والی اس تحریک کے صدر مولانا سندھی نے انگریز سامراج سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے روسی رہنما لینن سے بھی ملاقات کی اور تعاون طلب کیا۔ تحریک خلافت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے ایک فوج بھی تشکیل دی گئی جسے جنود ربانیہ کا نام دیا گیا اور مولانا تاج محمود امروٹی اس کے لیفٹیننٹ جنرل کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔ دوسری طرف سیاسی سطح پر ہندوستان بھر میں خلافت کانفرنسیں منعقد کی گئیں جو حکمرانوں کی معاندانہ کارروائیوں اور طرح طرح کی پابندیوں کے باوجود بہت کامیاب رہیں۔ بمبئی، حیدر آباد، لاڑکانہ اور جیکب آباد کی خلافت کانفرنسیں خصوصاً تاریخی اہمیت کی حامل تھیں۔

اس دوران انگریزوں نے سعودی عرب کے حکمران کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مختلف دوسرے ہتھکنڈوں سے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ہندوستان میں خلافت تحریک جاری رہی اور اس کا مقصد ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانا قرار پایا۔ جنود ربانیہ کی تشکیل کے بعد مولانا عبیداللہ سندھی نے دین پور، امروٹ اور حیدر آباد کے چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ افغانستان تک سروے کیا۔ کیمپوں کیلئے مختلف مقامات مقرر کئے گئے۔ جنود ربانیہ کو رسد کی فراہمی اور مہاجرین کو افغانستان تک پہنچانے کیلئے راستے متعین کئے گئے۔ کابل میں مہاجرین کی آباد کاری اور سندھ سے ان کی روانگی وغیرہ کے تمام تر انتظامات مولانا تاج محمود امروٹی کے ہاتھ میں تھے۔ سو سندھ سے مسلمانوں کا پہلا قافلہ جان محمد جونیجو کی قیادت میں کابل گیا جس میں کھوسو بلوچوں کا تقریباً پورا قبیلہ اور بعض دیگر قبائل اور برادریوں کے افراد شامل تھے۔ بہت سے مہاجرین کے واسطے پشاور کیلئے ایک خصوصی ٹرین کا اہتمام کیا گیا لیکن انگریز حکومت کو اس ہجرت کے اصل مقاصد کا پتہ چل گیا اور یہ اسپیشل ٹرین نہ بننے دی گئی۔ اس طرح دوسرا قافلہ کابل نہ جا سکا۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افغان حکمران امان اللہ خان اندر سے انگریزوں کا خیر خواہ تھا اور اس نے الف سے ی تک تمام معاملہ انگریزوں کو بتا دیا تھا۔

اس تحریک کے دوران تمام تر خفیہ پیغام رسانی کاغذ کی بجائے ریشمی رومالوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ پیغام کو خفیہ اشاروں میں رومال پر ریشم سے کاڑھ دیا جاتا تھا اور پھر پیغام رساں کی صدری کے اندر سی دیا جاتا تھا تاکہ تلاشی ہو تو پکڑا نہ جا سکے۔ اسی باعث یہ تحریک، ریشمی رومال کی تحریک کے نام سے معروف ہوئی۔ بہر حال انقلاب لانے کیلئے انتظامات مکمل کرنے کے بعد تحریک کے بڑوں کی طرف سے ایک تاریخ مقرر کر دی گئی اور اسی تاریخ سے ملک کے اندر اور باہر سے انگریزوں کے خلاف بیک وقت مسلح کارروائیوں کا آغاز ہونا تھا۔ یہ تاریخ، کوڈ الفاظ میں ایک ریشمی رومال پر کاڑھ دی گئی اور اس رومال کو دین پور شریف پہنچا دیا گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب انگریزوں کو اس پروگرام کی خبر ہو گئی اور انہوں نے ثبوت کی برآمدگی کیلئے دین پور میں مولانا عبیداللہ سندھی کی اقامت گاہ پر چھاپہ مارا مولانا سندھی نے رومال برتنوں کے ٹوکرے میں ڈال دیا اور چھاپہ مار پارٹی کی اس طرف توجہ ہی نہیں گئی۔ پھر امروٹ شریف میں مولانا تاج محمود امروٹی کے ہاں چھاپہ پڑا مگر رومال یہاں سے نکل چکا تھا۔ لیکن تیسرے چھاپے میں انگریزوں کو ناکام نہیں لوٹنا پڑا اور ریشمی رومال جو اس وقت حیدر آباد میں بھارت کے پہلے مسلمان صدر جناب ذاکر حسین کے بھائی شیخ عبدالرحیم کے پاس پہنچ چکا تھا۔ پکڑا گیا۔ پھر گرفتاریاں شروع ہوئیں اور انقلاب کیلئے جنود ربانیہ کا پروگرام سبوتاژ ہو گیا۔

اپنے انٹرویو میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے دل گرفتہ ہو کر بتایا کہ انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لمحہ بہ لمحہ مل رہی تھیں اور یہ لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھی۔ اور یہ تھے مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا امروٹی کے بقول مولانا تھانوی کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر مسلمانوں کیلئے فوائد حاصل کئے جائیں۔ وہ چونکہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے اس لئے انہیں تحریک خلافت اور جنود ربانیہ کے تمام پروگراموں سے آگاہی رہتی تھی۔ انہوں نے ریشمی رومال کی حقیقت اور انقلابی کارروائیوں کیلئے طے کردہ تاریخ سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دیا اور ان کے بھائی نے جو انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر تھے پورے قصے سے انتظامیہ کو خبردار کر دیا۔

مولانا محمد شاہ امروٹی کو پیری اور ضعف کے سبب مولانا اشرف علی تھانوی کے اس بھائی کا نام یاد نہیں رہا تھا اس لئے ہم نے مولانا ارشاد الحق تھانوی سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور مولانا اشرف علی تھانوی کے "برادران" کے بارے میں معلومات چاہیں۔ جس پر انہوں نے بتایا کہ مولانا کے صرف ایک بھائی تھے جن کا نام مظہر علی تھا اور وہ ہند میں برطانوی سرکار کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ یعنی سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے تقسیم ہند سے پہلے ہی ریٹائرمنٹ لے لی تھی اور حج پر چلے گئے تھے جہاں سے واپس آنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں انتقال کر گئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور مظہر علی کی مائیں الگ الگ تھیں۔ مظہر علی کی والدہ کے بطن سے ایک بچی بھی تھی جن کی شادی مولانا ظہور الحق تھانوی سے ہوئی۔ اور انکے بطن سے مولانا ارشاد الحق تھانوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی پیدا ہوئے۔

اگر چہ ہندوستان میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں

مولانا عبیداللہ سندھی نے انگریز سامراج سے چھٹکارا پانے کے لئے روسی رہنما لینن سے تعاون طلب کیا

نے آخر کار انگریزوں کو واپسی پر مجبور کر دیا لیکن اگر خلافت تحریک اور جنود ربانیہ کا پروگرام اس طرح فاش نہ ہوتا تو آج اس خطے کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

Scanned with CamScanner

مکالمۃ الصدرین

یعنی

صدر جمعیۃ علماء اسلام اور صدر جمعیۃ علماء ہند
و دیگر ارکان جمعیۃ علماء ہند کا وہ سیاسی مکالمہ
جو مسائل حاضرہ کے متعلق باہم ہوا

جس نے
موجودہ مسائل کے اختلافی پہلو ایسے روشن کر دیئے کہ
کسی تاویل و حیلہ کی گنجائش نہیں رہی

باہتمام احقر محمد زکی دیوبندی
دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

صفحہ ۹، ۱۰ کی مطلوبہ عبارت کا عکس

دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے۔ مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گذرتا تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جارہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔

مسلمان دوستی

نوائے وقت روزنامہ
لاہور — راولپنڈی — ملتان — کراچی
بدھ 22 جمادی الاول 1413ھ، 18 نومبر 1992ء

مظلوم مسلمان اور اجتماعی دعا

تبلیغی جماعت کا سالانہ اجتماع گذشتہ روز اجتماعی دعا کے بعد ختم ہو گیا۔ جماعت کے امیر نے اجتماعی دعا کرائی جس میں ایک اندازے کے مطابق آٹھ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ یہ بہرحال خوشی کی بات ہے کہ افراتفری اور دنیا پرستی کے اس دور میں آٹھ لاکھ مسلمان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دینی فرائض کی ادائیگی کیلئے ایک جگہ جمع ہوئے اور تین روز تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا پیغام نہ صرف خود سنا بلکہ دوسروں کو سنانے کا عہد بھی کیا مگر دنیا کے مختلف خطوں سے جمع ہونے والے ان مسلمانوں نے کشمیر، بوسنیا، فلسطین اور بھارت میں بسنے والے مسلمانوں کی حالت زار کے تذکرے سے بھی گریز کیا اور حد یہ ہے کہ اجتماعی دعا میں ان لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی کہ مالک برتر انہیں ظلم و ستم اور جبر و تشدد سے نجات دلائے کیونکہ اسلامی برادری نے از خود ان کیلئے کچھ کرنے میں تو اس حد تک سستی دکھائی ہے کہ ان کے بیمار اور زخمی بچوں، بوڑھوں اور بچوں کیلئے علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کرنے کی طرف توجہ بھی نہیں دی اور عالمی برادری کو بھارت، سربیا اور اسرائیل کے خلاف ایسی پابندیاں عائد کرنے پر مجبور بھی نہیں کیا جو ماضی میں جنوبی افریقہ اور حال ہی میں عراق پر عائد کی گئی تھیں۔ اگر تبلیغی اجتماع میں اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی امداد و استعانت کیلئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے دست دعا دراز کرنے سے بھی گریز کیا جاتا ہے تو حیرت کی بات ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں جس کے کسی عضو کو تکلیف ہو تو دوسرے اعضا تڑپ اٹھتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر آٹھ لاکھ مسلمانوں کے ہاتھ ان مظلوموں کے حق میں اٹھتے تو رحمت خداوندی ضرور جوش میں آتی

جمعۃ المبارک 17 جمادی الاول 1413ھ، 13 نومبر 1992ء

تبلیغی اجتماع اور مظلوم مسلمان

تبلیغی جماعت کا تین روزہ اجتماع آج (جمعہ) سے رائے ونڈ میں شروع ہو رہا ہے یہ خوشی کی بات ہے کہ قریباً بارہ لاکھ فرزندان توحید پاکستان کے ایک قصبے میں جمع ہو کر دعوت و اصلاح کا دینی فرض ادا کریں گے اس اجتماع میں یوں تو تبلیغ دین کا کام ہوتا ہے جو تین روز تک مسلسل جاری رہتا ہے مگر لوگوں کی بڑی تعداد اس دعا میں شمولیت کے لئے رائے ونڈ کا رخ کرتی ہے جو اجتماع کی آخری نشست میں جماعت کے امیر کراتے ہیں۔ بطور مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا سنتا اور قبول فرماتا ہے اور جہاں بارہ لاکھ مسلمان صرف دینی مقصد کے لئے جمع ہوں وہاں استجابت و قبولیت کی سب سے زیادہ امید کی جا سکتی ہے اس لئے امیر جماعت اس امر کا اہتمام فرمائیں کہ کشمیر، بوسنیا اور فلسطین کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ فرمائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مسلمانوں اور بنیادی حقوق کی علمبردار غیر مسلم برادری نے تو انہیں یکہ و تنہا چھوڑ دیا ہے اب وہ ذات کبریا خود ہی ان کے حال پر رحم فرمائے اور انہیں غیر مسلموں کے مظالم سے نجات دلائے ان کا قصور صرف یہ ہے کہ مسلمان ہیں خدا اور اس کے رسول کا نام لیتے ہیں اور اپنی بے عملی اور دینی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے باوجود اسلام کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ خداوند عالم سے التجا کی جا سکتی ہے کہ۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

جب بارہ لاکھ مسلمان صدق دل سے آمین کہیں گے تو رحمت خداوندی جوش میں آئے گی اس لئے تبلیغی اجتماع میں اپنے ہم عقیدہ بوسنیائی، کشمیری اور فلسطینی مسلمانوں کیلئے دعا ضرور کی جائے۔

از چکوال

۴۲۶
۹۲

بر سر نمبر مبارک ...

۱۲ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ
۱۵ جنوری ۱۹۷۵ء

حضرت والا تبار محترم المقام قبلہ و کعبہ خواجہ صاحب! دامت برکاتہم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس؟

ے سلام اللہ سلام اللہ علیکم ط
وجسمی ھھنا قلبی لدیکم ط

از راہ کرم گستری و بندہ پروری حسب ذیل استفتاء کا جواب اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں! تاکہ عوام کالانعام کو استفادہ کے لیے اسے شائع کیا جا سکے! وما توفیقی الا باللہ ط

یکے از جاں نثاران: رجوع ... [illegible]

قاضی محمد امین — [illegible]
امام مسجد چکوڑہ — [illegible]
ڈاکخانہ: اوڈھروال تحصیل چکوال
ضلع جہلم

[illegible]

استفتاء ۶ نمبر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلے میں کہ "زید کا عقیدہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہ آپ کی ذات گرامی کو علم غیب عطائی بھی نہیں ہے اور آپ حاضر و ناظر بھی نہیں۔

نیز: ختم نیاز و عرس بزرگان دین و میلاد شریف اور نماز جنازہ کے بعد کی دعاء و حیلہ اسقاط اور دیگر امور مستحبہ کو ناجائز سمجھتا ہے۔ نیز تحذیر الناس کی اس عبارت کو جس میں "بالفرض آپ کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو حضور کی خاتمیت میں فرق نہیں آتا" صحیح سمجھتا ہے۔ اور عبارت "حفظ الایمان" کہ زید حضور علیہ السلام کو علم غیب کل مانتا ہے۔ تو یہ نہیں اور اگر جزئی مانتا ہے تو ایسا علم زید عمر بکر مجنون و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ یعنی آپ کے علم شریف کو آپ نے مجنون و بہائم سے دیکھی۔ اس عبارت کو بھی درست سمجھتا ہے۔

کیا ایسے [illegible] دیگر [illegible] پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

[illegible]

[illegible] عقیدہ [illegible] ایسے عقیدہ رکھنے والے [illegible]

[illegible] نماز [illegible] جائز ہے واللہ [illegible] اعلم

[illegible]

عربی، فارسی، اردو، پنجابی، سرائیکی، ترکی، سندھی
اور ہندی شعراء کے استغاثوں کا ایمان افروز انتخاب

اغثنی یا رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم

مرتب
مولانا محمد منشا تابش قصوری

مکتبہ الحبیب کوٹلی پیر عبد الرحمن لاہور ۹

Scanned with CamScanner